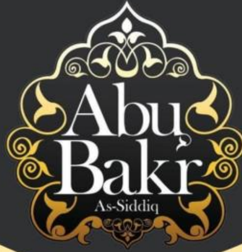
اَكْمَلُ التَّحقِيقِ فِی اَنَّ الْاَفْضَلَ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ اَبُوبَكْرِ الصِّدِّيقِ



المعروف

تحقیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انبیاء علیہم السلام کے بعد بشر میں سب سے افضل ہیں

تصنیف لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ





Uwaisi Books
www.faizahmeduwaisi.com

پیشِ لفظ

الحمدللّٰہ علٰی فضلہٖ واِحسانہٖ، بزمِ فیضانِ اُویسیہ نے اِشاعَت کے میدان میں دو سال مکمل کئے۔ یہی آرزو ''حضور مُفسّرِ اَعظم پاکستان مدّظلّہ العالی'' کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اُن کی کُتب اور رَسائل زیورِ طباعَت سے آراستہ ہو جائیں اور عوام النّاس تک اُن کے پیغام کی رَسائی ہو۔ افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اِمام اَہلسنّت, ''اعلیٰ حضرت اِمام احمد رضاخاں فاضلِ بریلوی'' کی تحریر کردہ کُتب اب ہمارے ہاتھ میں موجود نہیں۔ جو کہ اب دیمک کی نظر ہو چکی ہیں۔ جس کی وجہ عوامِ اہلسنت کی سستی اور لاپرواہی ہے۔

''5000'' کے قریب کُتب ورَسائل جو اِس وقت ہم اَہلسنّت وجماعت کا سرمایہ ہے خدانخواستہ ضائع نہ ہو جائے یہی مقصد ''بزمِ فیضانِ اُویسیہ'' کا ہے تو آیئے ہمارے ساتھ مل کر اِس عظیم مشن (Mission) کی تکمیل کریں۔

زیرِ نظر رِسالہ ''اَکْمَلُ التَّحْقِیْقِ فِیْ اَنَّ الْاَفضل بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ اَبُوْبَکْرِ الصدّیق'' اَلمعروف ''تحقیق صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ انبیاء کے بعد بشر میں سب سے افضل ہیں۔''، جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت سے متعلق تحریر کیا گیا ہے۔ اللہ کریم عزوجل اپنے پیارے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل مرشدی وسندی کی قبرِ انور پر نور وفضل کی بارش فرمائے، آپ کی علمی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم گناہ گاروں کو بھی اس میں سے وافر حصہ عطاء فرمائے۔

آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین

تعارُف صدّیقِ اَکبر رضی اللّٰہ عنہ

مقدمہ: حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا اِسمِ گرامی عبد اللہ، والد کا اَبُو قُحافہ رضی اللہ عنہ، والدہ کا سَلمیٰ بِنتِ صُغریٰ تھا، لقب آپ رضی اللہ عنہ کا صدّیق اور کُنیت ابو بکر تھی۔ یارِ غار کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ نسب سات (07) پُشت کے بعد مرّہ بِن کعب میں حضور ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی حضور ﷺ کے ساتھی تھے۔ جب اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکُبریٰ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی شادی ہوئی تو براتیوں میں آپ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

جب خدا پاک نے حضور ﷺ کو خِلعتِ نبوّت (لباسِ نبوّت) سے سَرفراز فرمایا تو مردوں میں سب سے پہلے صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اِسلام لائے تھے۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ مکّہ کے بہت بااثر رئیس تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تَرغیب سے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عُبید اللہ رضی اللہ عنہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستیوں نے اِسلام قبول کیا۔[3]

قبولِ اِسلام کے بعد اپنی تمام دولت اِسلام کے نام وَقف کر دی اور اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا جو کُفّارِ مکّہ کے ظلم و ستم کا شکار تھے اُن میں سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت مشہور ہیں۔

اجمالی دلائل: یہاں چند وہ خصوصیات عرض کروں جو صرف اور صرف اُن سے مخصوص ہیں۔

خصوصیات: حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن میں سے چند خصوصیات کو ہم بیان کرتے ہیں۔ اِبن عساکر حضرت اِمام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ عَزّوجلّ نے ایسی خَصلتوں (اچھی عادتوں) سے مُختص (خاص) فرمایا جن سے کسی کو سَرفراز نہیں فرمایا۔

(۱) آپ رضی اللہ عنہ کا نام صدّیق رکھا اور کسی دوسرے کا نام صدّیق نہیں۔

(۲) آپ رضی اللہ عنہ رَسولُ اللہ ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے۔

(۳) آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رفیقِ سفر رہے۔

---

(1) (الاستيعاب في معرفة الأصحاب. الباب عبد الله ب أَبِي قحافة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. 963/3. دار الجيل، بيروت. الطبعة: الأولى، 1412 ھ 1992 م)

(2) (أسد الغابة في معرفة الصحابة. الباب عبد الله ب أَبِي قحافة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. فصل وفاته. 324/3. دار الكتب العلمية. سنة النشر: 1415ھ 1994 م)

(3) (الرياض النضرة. الفصل الخامس: في ذكر من أسلم على يديه. 92/1. دار الكتب العلمية)

(۴) سرکارِ اَقدس ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائیں اور دوسرے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے مُقتدی بنیں۔[4]

(۵) آپ رضی اللہ عنہ صحابی، آپ رضی اللہ عنہ کے والد اَبُو قُحافَہ صحابی، آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن صحابی، اُن کے صاحبزادے اَبو عَتیق محمد صحابی یعنی آپ رضی اللہ عنہ کی چار نسل صحابی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عَنہُم

(۶) خود رَسولُ اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی اِقتداء (امامت) میں نماز پڑھی اگرچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز ادا فرمائی[5] لیکن صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت نصیب ہے کہ اُنہیں خود آپ ﷺ نے وِصال سے پہلے خود اِمام بنایا اور ایک نماز آپ ﷺ نے خود پڑھی چنانچہ بخاری شریف میں ہے جس کی تفصیل آئیگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے بیشمار فضائل ہیں۔ مِنجملہ اُن کے چند حوالے حاضر ہیں۔

فضائل از قرآن مجید

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (17) الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (18) وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى (19) إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى (20)

وَلَسَوْفَ يَرْضَى (21) (پارہ ۳۰، سورۃ اللیل، آیت ۱۶ تا ۱۷)

ترجمہ: اور بہت جلد اُس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ سُتھرا ہو اور کسی کا اُس پر کچھ اِحسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت (بیش قیمت) دے کر آزاد فرمایا تو کُفّار حیران ہوئے اور بولے کہ بلال کا اُن پر کوئی اِحسان ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں:[6]

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۳۳)

(4) (تاريخ دمشق، الفصل عبد الله ويقال عتيق بن عثمان بن قحافة، 266/30، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 هـ 1995 م)

(5) (سنن أبي داود، كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، 37/1، الحديث 149، المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

(6) (روح البیان، سورۃ اللیل تحت آیت 13 الی 21، 450/10، دار الفكر بيروت)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے اُن کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

فائدہ: حضور ﷺ آپ ہیں صادِق جو لے کر آئے یعنی قرآن مجید یہ ہے صدق اور جس نے قرآن کی اور صاحبِ قرآن کی تصدیق کی وہ ہے صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ۔ فرمایا یہ ساری جماعت پرہیز گاروں کی تعریف ہے۔[7]

حدیث میں ہے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دنیا میں ہر ایک کا بدلہ اُتار دیا ہے جو جو کسی نے میرے ساتھ اِحسان کیا مگر ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے اِحسانوں کا بدلہ میں نہیں بلکہ میرا اللہ دے گا۔[8] (مشکوٰۃ شریف صفحہ۵۵۵، ترمذی شریف ۵۴۱)

بلافصل خلافت: آقائے دوعالم، نورِ مجسّم ﷺ کے وصال کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ اُن کا نائب اور خلیفہ کس کو مقرّر کیا جائے؟ حدیث شریف کی مشہور کتاب **بیہقی** میں حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلافت کے معاملہ کو حل کرنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ مکان پر جمع ہوئے۔ جن میں حضرت ابو بکر صدّیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے بہت سے اَجلہ (جلیل القدر) صحابہ موجود تھے۔

سب سے پہلے ایک اَنصاری کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے لوگوں سے اِس طرح خطاب کیا کہ اے مہاجرین! آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جب رَسولُ اللہ ﷺ آپ حضرات میں سے کسی شخص کو کہیں کا عامل مقرّر فرماتے تھے تو اَنصار میں بھی ایک شخص کو اُس کے ساتھ کر دیا کرتے تھے لہٰذا اِسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ خلافت کے معاملہ میں بھی ایک شخص مہاجرین میں سے ہو اور ایک اَنصار میں سے ہو۔ پھر ایک دوسرے اَنصاری کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے بھی اِسی قسم کی تقریر فرمائی۔

اُن لوگوں کی تقریر کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے فرمایا حضرات! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے لہٰذا اُن کا نائب اور خلیفہ بھی مہاجرین ہی میں سے ہوگا اور جس طرح ہم لوگ حضور ﷺ کے مُعاوِن و مددگار رہے اب اُسی طرح خلیفہ رَسولُ اللہ ﷺ کے مددگار رہیں گے۔ یہ فرمانے کے بعد اُنہوں نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب یہ تمہارے والی (امیر) ہیں اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اُس کے بعد حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر تمام اَنصار و مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

اُس کے بعد حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ منبر پر رونق اَفروز ہوئے اور ایک نگاہ ڈالی تو اُس مجمع میں حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ فرمایا کہ اُن کو بلایا جائے جب حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ آپ رَسولُ اللہ ﷺ کی پھوپھی کے صاحبزادے

---

(7) (الدر المنثور، سورۃ الزمر تحت آیت 33، 228/7، دار الفکر بیروت)

(8) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، بَاب مَنَاقِبِ أَبِي بكر، 1699/3، الحديث 6026، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

اور حضور ﷺ کے خاص صحابیوں میں سے ہیں مجھے اُمید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں اِختلاف نہیں پیدا ہونے دیں گے۔ یہ سن کر اُنہوں نے کہا کہ اے خلیفہ رَسول اللہ ﷺ! آپ کوئی فکر نہ کریں۔ یہ کہنے کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

پھر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو اُس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ فرمایا کہ علی بھی نہیں ہیں اُن کو بھی بلایا جائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو طالب کے صاحبزادے! آپ رضی اللہ عنہ رَسولُ اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور اُن کے داماد ہیں مجھے اُمید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اِسلام کو کمزور ہونے سے بچانے میں ہماری مدد کریں گے۔ اُنہوں نے بھی حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی طرح کہا اے خلیفہ رَسول اللہ ﷺ! آپ رضی اللہ عنہ کچھ فکر نہ کریں۔ یہ کہہ کر اُنہوں نے بھی بیعت کر لی۔[9]

(تاریخ الخلفاء)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قَدَّمَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَمَنْ ذَا يُؤَخِّرُكَ؟[10]

یعنی رَسولُ اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا تو پھر کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس فرمان میں اس واقعہ کی جانب اِشارہ ہے جو سرکارِ اَقدس ﷺ نے اپنی عَلالت (بیماری) کے زمانے میں حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا اور آپ رضی اللہ عنہ ہی کو تمام صحابہ کا اِمام بنایا۔ یہاں تک کہ اِبنِ زمعہ کی حدیث میں ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھیں مگر اِتّفاق سے اُس وقت حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن حضور ﷺ نے فرمایا: لا ، لا ، لا يأبى الله والمسلمون إلا أبا بكر ، يصل بالناس أبو بكر[11]

یعنی نہیں، نہیں، نہیں اللہ اور مسلمان ابو بکر ہی سے راضی ہیں وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔

(تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الاول ابو بکر الصدّیق رضی اللہ عنہ، صفحہ۵۲)

بہر حال اِس طرح حضرت ابو بکر صدّیق ص کو مُتَّفِقَہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور کسی نے اِختلاف نہیں کیا اور اللہ کے محبوب دانائے غُیُوب جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کا فرمان حَرف بَحَرف صحیح ہوا کہ میرے بعد خلافت کے بارے میں خدائے تعالیٰ اور مومنین ابو بکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے۔

رَسولُ اللہ ﷺ کے علمِ غیب پر ایمان: کُتُبِ سِیَر میں ہے کہ سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ ملکِ شام میں تجارت کے سلسلے میں گئے تھے کہ وہاں خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند، سورج آپ رضی اللہ عنہ کی گود میں اُتر رہے ہیں۔ ایک بحیرا نامی راہب نے بتایا کہ آخر الزّماں نبی ﷺ کی جلوہ گری ہو گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو پہلے ایمان ملے گا آپ رضی اللہ عنہ اُس کے وزیر ہوں گے اُن کے وصال کے بعد خلیفہ اوّل ہوں گے۔ واپسی پر حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تم میرا کلمہ پڑھ لو عرض کی یا رَسولَ اللہ ﷺ کوئی معجزہ وغیرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ

(9) (تاريخ الخلفاء .الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه .56/1. مكتبة نزار مصطفى الباز .الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(10) (فضائل الصحابة .وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ .151/1. الحديث 133 ، مؤسسة الرسالة بيروت .الطبعة: الأولى، 1403 1983)

(11) (تاريخ الخلفاء .الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه .52/1. مكتبة نزار مصطفى الباز .الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

ﷺ نے فرمایا تیرے لئے وہی کافی ہے جو تو نے ملکِ شام میں خواب دیکھا اور میں اُس کی تعبیر ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔[12] (شواہد النبوّت ۲۵۷، مدارج النبوّت جلد ۲ صفحہ ۲۳۰، ریاض النضرہ جلد ۱، نزہۃ المجالس جلد ۲، صفحہ ۳۵۴)

رضائے صدّیق رضائے حق ہے: ایک عورت نے آکر حضور ﷺ کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرے گھر کا درخت اُکھڑ کر گر گیا ہے حالانکہ میرا خاوند سفر پر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ وہ عورت گھر میں مایوس واپس آ رہی تھی تو راستے میں سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا خاوند آج رات کو گھر آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا خاوند رات کو گھر آیا۔ وہ عورت صبح کے وقت حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر رات کا واقعہ بیان کر رہی تھی تو جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فرمان پورا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے جو خواب کی تعبیر بتائی ٹھیک تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دوست کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ پورے کر دیئے ہیں۔[13] (ریاض النضرۃ جلد ۱، صفحہ ۳۷۴، نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

صدّیق رضی اللّٰہ عنہ کا نام اللّٰہ کو پیارا: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو انگوٹھی دے کر فرمایا اس پر نقّاش (نقش ونگار کرنے والے) سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھوالاؤ۔ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے نقّاش کو جا کر فرمایا کہ انگوٹھی پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لکھ دے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی دربارِ رسالت میں پیش کی تو اُس پر لکھا ہوا تھا " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اَبُوۡ بَکۡرٍ الصِّدِّیۡقُ " حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر یہ زیادتی کیسی ہے؟ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میری محبت نے پسند نہ کیا کہ رب کے اور آپ ﷺ کے نام میں جدائی ہو اور اپنا تو میں نے نہیں لکھوایا۔ اُدھر جبریل امین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ! خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ صدّیق رضی اللہ عنہ اِس پر راضی نہ ہوئے کہ آپ ﷺ کا نام خدا کے نام سے جدا ہو اور اللہ تعالیٰ اِس سے راضی نہ ہوا کہ صدّیق رضی اللہ عنہ کا نام آپ ﷺ کے نام سے جدا ہو۔[14] (نزہۃ المجالس، باب ابی بکر الصّدّیق رضی اللہ عنہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۹، المطبعۃ الکاستلیۃ مصر)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی مشیّت (رضا) یہی ہے کہ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا نام رَسولُ اللہ ﷺ کے نام سے جدا نہ ہو اِس میں ثبوت ملا کہ خلافتِ بلافصل صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔

اُمّ کلثوم بیٹی کی پیدائش سے پہلے خبر دینا: حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں اپنی بیٹی عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو مال گھر میں ہے اُن کو تینوں بہنیں آپس میں برابر تقسیم کر لینا۔ عرض کی اباجان ہم دو بہنیں ہیں ایک میں عائشہ اور دوسری اَسماء ہیں تیسری بہن کون ہیں؟ فرمایا میری بیوی بنتِ فارجہ حاملہ ہے اُس کے ہاں بچی پیدا ہو گی اُس کا نام اُمّ کلثوم رکھنا۔[15]

---

(12) (الریاض النضرۃ، الفصل الرابع: في إسلامه، ذکر بدء إسلامه، 84/1، دار الکتب العلمیة)

(13) (زینت المحافل ترجمہ نزہت المجالس: حضرت ابو بکر صدیق، 425/2، شبیر برادرز، سن اشاعت 2008)

14) (التفسیر الکبیر، سورت الفاتحة، اَلْبَابُ الْحَادِيَ عَشَرَ فِي بَعْضِ النُّكَتِ الْمُسْتَخْرَجَةِ من قولنا، 1/153، الناشر: دار إحیاء التراث العربي – بیروت، الطبعة: الثالثة 1420 ھ)

(15) (الریاض النضرۃ، الفصل الثاني عشر: في ذکر نبذ من فضائله، 189/1، دار الکتب العلمیة)

(شواہد النبوّت، صفحہ ۲۶۴، ریاض النضرۃ جلد ۱، صفحہ ۳۲۵، کراماتِ صحابہ صفحہ ۱۱ مولوی اشرف علی تھانوی، جمال الاولیاء صفحہ ۲۸، اشرف علی تھانوی، تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۱، جامع کراماتِ اولیاء جلد ۱، صفحہ ۳۷۷)

گھر میں اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں: غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام ساتھی اِس کارِ خیر یعنی جہاد کے اُمور میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے آج میں ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے نمبر لوں گا گھر گئے تو ہر چیز سے آدھا سامان بارگاہِ مصطفی ﷺ میں پیش کر دیا جنابِ ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے سارے کا سارا سامان حتّٰی کہ تن کا لباس تک پیش کر دیا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کی: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

یعنی میں نے اُن کے لئے اللہ و رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔ [16] (سنن ترمذی، ابواب مناقب، حدیث ۳۶۷۵، جلد ۶، صفحہ ۵۶، دار الغرب الاِسلامی بیروت)

فوائد: اِس روایت میں صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل کے لئے کئی دَلائل ہیں۔

(۱) مال و جان اللہ تعالٰی کے نام پر قربان کر دینا۔

(۲) عقیدہ حاضر و ناظر کی تَوثیق (تصدیق) فرمائی۔

(۳) حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اُس وقت میں صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حصّہ لوں گا لیکن صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا اوّل نمبر ہے۔

صدّیق و عُمر رضی اللہ عنہما کی برکت سے مجرم اُمتی جنّتی ہوگیا: حضرت عمر فاروق اور ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہما دونوں ایک جنازہ میں شامل ہوئے ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اِمامت کروائی۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اللہ تعالٰی نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ میرے محبوب ﷺ کو مبارک دو کہ آدمی گناہ گار تھا مگر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے جنازہ پڑھا تو رب نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے وہ جنّت میں داخل ہو گیا اور دوزخ سے نجات پا گیا۔ [17] (نزھۃ المجالس جلد ۲، صفحہ ۳۷۹)

فائدہ: اِس سے بھی ثابت ہوا کہ صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا اوّل نمبر ہے اگرچہ اُس میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں لیکن اُن کی حیثیت ثانوی ہے۔

---

(16) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 614/5، الحديث 3675، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر)

(17) (زینت المحافل ترجمہ نزھت المجالس: مناقب شیخین رضی اللہ عنہما، 2/459، شبیر برادرز، سن اشاعت 2008)

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مُسیلمہ کذّاب (جو جھوٹا نبی تھا) کا خاتمہ ہو گیا۔اِسی لئے حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ابراہیم کو رب نے خَلیل بنایا جس نے مال، جان، اولاد رب کے نام پر قربان کر دی۔اللہ تعالیٰ نے مجھے خَلیل بنایا اگر میں کسی کو خَلیل بناتا تو ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ میرا خَلیل ہوتا میرا خَلیل خدا ہے۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)[18]

فائدہ: اِس میں بھی خلافتِ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اَوّلیّت ثابت ہوئی کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے اُن کو اپنا خَلیل بنانے کا اِشارہ فرمایا کیونکہ جس میں خَلقت (نوعِ انسان) کی نفی ہے اِس سے عُبُودیَت (بندگی) مراد یعنی مَعبود صرف اللہ تعالیٰ اور خَلقت عُبُودیَت اُسی کے لائق ہے اور صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ خَلیل یعنی دوست ہیں جیسے دوسری رِوایات سے ثابت ہے اور صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو دوستی کا بڑا اِعزاز بخشا ہے۔اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اوّل نمبر ہے۔

صحابہ واھلبیت باھم شِیر وشکر: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسکرائے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ قیامت کے دن جنّت کا ٹکٹ علی رضی اللہ عنہ دیں گے میں اِس لئے ہنس رہا ہوں کیسا مقام ہو گا جس کو آپ رضی اللہ عنہ ٹکٹ دیں گے جو جنّتی ہو گا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے دل میں ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی محبت نہ ہو اُسے جنّت کا ٹکٹ نہ دینا۔[19]

(ریاض النضرۃ جلد۱، صفحہ ۱۸۴، نزھۃ المجالس جلد۲، صفحہ ۱۸۴)

ایک نگاہ کی قیمت: ایک رات حضور ﷺ سے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رَسولَ اللہ ﷺ! جتنے آسمان کے ستارے ہیں آپ ﷺ کی اُمّت میں سے کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا عُمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔عرض کی میرے اباجان ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی غارِ ثور والی ایک نیکی عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔[20]

فائدہ: اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کا ایمان کہ حضور ﷺ کو ستاروں کا علم ہے کہ کتنے ہیں اور یہ بھی علم تھا کہ آپ ﷺ کو اپنی تمام اُمّت کے اَعمال کی بھی خبر ہے۔

اِمامت بحکم صاحبِ شفاعت ﷺ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کا عَمرو بن عوف سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ اُن میں صُلح کرانے کے لئے ظہر کے بعد تشریف لے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما گئے اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچ سکوں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ کر حضرت ابو بکر رضی

---

(18) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 609/5، الحديث 3661 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر.)

(19) (زینت المحافل ترجمہ نزھت المجالس: حضرت ابو بکر صدیق، ج2ص423 الی 424، شبیر برادرز، سن اشاعت 2008)

(20) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، بَابِ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، 1711/3، الحديث 6068 ، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا اُنہوں نے آگے بڑھ کر نماز شروع کی ہی تھی کہ رَسولُ اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ جب نمازیوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو (ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کرنے کے لئے) تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ رَسولُ اللہ ﷺ لوگوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ وہ جب نماز شروع کر دیتے تو اِدھر اُدھر بالکل مُتوجّہ نہ ہوتے (اس لئے ان کو حضور ﷺ کی آمد کا بالکل ہی علم نہ ہوا) جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کی تالیاں بجنی ختم ہی نہیں ہو رہی ہیں تو پھر مُتوجّہ ہوئے اور نبی ﷺ کو اپنے پیچھے دیکھا اور پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رَسولُ اللہ ﷺ نے اُنہیں ہاتھ کے اِشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے تو اپنی اُسی حالت میں کھڑے رہے (اور ہاتھ اُٹھا کر) اِس شرفِ بخشی پر اللہ تعالٰی کی تعریف کی اور ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں شامل ہو گئے۔ رَسولُ اللہ ﷺ مُصلّے پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب رَسولُ اللہ ﷺ نماز پوری کر چکے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے فرمایا کہ جب میں نے تمہیں اِشارہ کر کے نماز پڑھانے کے لئے کہا تھا تو تم نے نماز کیوں نہیں پڑھائی؟ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے ابو قُحافہ کے بیٹے میں اتنی طاقت اور ہمّت کہاں کہ وہ رَسولُ اللہ ﷺ کے آگے ہو کر نماز پڑھائے۔[21] **نسائی شریف** میں ہے کہ اُمّ المؤمنین صدّیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ رسولِ خدا ﷺ اُن کے پیچھے صف میں تھے۔[22] (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

فوائد: حضور سرورِ عالم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرما گئے کہ نماز کا وقت ہو جائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں[23] جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی تو حضور ﷺ نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کی تو ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو رَسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ اِس کرم بخشی پر ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالٰی کی حمد کر کے پھر ہٹ گئے یہ اُن کا اَدب تھا لیکن رَسولُ اللہ ﷺ کا بار بار تکرار فرمانا دلیل ہے کہ خلیفہ بِلا فصل صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا۔ حضور ﷺ سے باز پُرس (پوچھ گچھ) کی یہ بھی دلیل ہے کہ خلیفہ اوّل صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ باز پُرس (پوچھ گچھ) پر صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا کہ ابو قُحافہ کے بیٹے کی ہمّت کہاں کہ وہ آپ ﷺ کے آگے نماز پڑھائے یہ آپ رضی اللہ عنہ کا اِنتہائی عِجز واِنکسار (عاجزی وانکساری) کے ساتھ اَدب کا اِظہار ہے۔

شِرک سے پاک: سیّدنا صدّیقِ اَکبر شروع سے ہی شرک اور بُت پَرستی سے دور ونُفُور (کوسوں دور اور نفرت کرنے والے) تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چار برس کے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابو قُحافہ آپ رضی اللہ عنہ کو بُت خانہ میں لے گئے اور کہا کہ یہ تمہارے بلند قدر خدا ہیں اِنہیں سجدہ کرو اُس پر آپ رضی اللہ عنہ نے بُتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ، میں ننگا ہوں مجھے لباس پہناؤ، میں تمہیں پتھر مارتا ہوں اگر تم خدا ہو تو خود کو بچاؤ پھر ایک پتھر اُٹھا کر بُت کو مارا تو وہ گر پڑا باپ نے یہ حال دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تھپڑ مارا

---

(21) (السنن الصغرى للنسائي, كِتَابُ الْإِمامةِ, إِذَا تَقَدَّمَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّعِيَّةِ ثُمَّ جَاءَ الْوَالِي, هَلْ يَتَأَخَّرُ؟..77/2, الحديث 784 , مكتب المطبوعات الإسلامية, الطبعة: الثانية, 1406 1986)

(22) (السنن الصغرى للنسائي, كِتَابُ الْإِمامةِ, إِذَا الِائْتِمَامُ بِالْإِمَامِ يُصَلِّي قَاعِدًا, 101/2, الحديث 834 , مكتب المطبوعات الإسلامية, الطبعة: الثانية, 1406 1986)

(23) اسی جملہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت ہوئی۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا اِسے اپنے حال پر چھوڑ و اِسی لئے جب یہ پیدا ہوئے تھے تو غَیب سے آواز آئی۔

يا أمة الله على التحقيق أبشري بالولد العتيق اسمه في السماء الصديق لمحمد صاحب رفيق[24]

یعنی اے اللہ کی بندی تجھے مژدہ(خوشخبری) ہو اِس آزاد بچے کا آسمانوں میں نام صدّیق ہے اور یہ محمد ﷺ کا یار و رفیق ہے۔

تو نہیں جانتی کہ اُن کا حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کتنا قوی(مضبوط) رابطہ ہے کہ وہ محمد ﷺ کون ہیں اور کیا معاملہ ہے اُن کا آپس میں اُس وقت سے صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو کسی نے شَر کی طرف نہ بلایا۔ یہ روایت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے خود مجلسِ اَقدس ﷺ میں بیان کی۔ جب یہ بیان کر چکے تو جبرئیل امین حاضر بارگاہ ہوئے عرض کی: صدق أبو بكر وصدقه۔[25]

یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اور وہ صدّیق ہیں۔

عقلی دلیل ۱ : سیّدنا اَمیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اَفضل البَشرِ بعدَ الاَنبیاءِ بالتَّحقِیقِ ہیں قرآن پاک کی رُو سے نبیوں کے بعد صدّیقوں کا درجہ ہے، پھر شُہداء ہیں، پھر صالحین جیسے حضور اکرم ﷺ اور (دیگر) رسولوں کے سرتاج ہیں۔ اِسی طرح حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ تمام صدّیقوں میں ممتاز ترین ہیں۔ تَقویٰ، جرأت، معاملہ فَہمی(بات کی تہہ تک پہنچنا)، حَربی قیادت، ایثار، سچّائی، اُولوالعَزمی(بلند ارادے رکھنے والے)، دیانت، امانت، فیّاضی، زُہد و وَرع(ممنوعاتِ شرعی سے باز رہنا)، جود و سخا، تواضُع، علمِ قرآن و حدیث، اِتّباعِ سنّت، علمِ تعبیر و اَنساب غرضیکہ تمام اعلیٰ اَوصاف کے جامع ہیں۔

عقلی دلیل ۲ : حضور سرورِ کائنات ﷺ کے عاشقِ صادق، مُخلص اور جاں نثار اور ذات و صفاتِ نبوی کے مَظہرِ اَتم ہیں۔ حضور ﷺ کے نائبِ مُطلق، خلیفہ بِلا فصل، مزاج شناسِ رسول(رسول اللہ کے مزاج سے خوب واقفیت رکھنے والے) ہیں۔ اِظہارِ نبوّت سے قبل بھی آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے اَحباب میں سب سے مقدّم(سب سے آگے) تھے۔

عقلی دلیل ۳: حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے بعثتِ نبوی کے اوّل روز ہی سب سے پہلے بِلا تَرَدُّد و جھجک(بغیر کسی شک اور خوف کے) حضور ﷺ کی نبوّت کی تصدیق کی۔ اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۳۸ سال تھی خود حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جس کسی کے سامنے اِسلام پیش کیا اُس نے تاملّ(غور و فکر) ضرور کیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تاملّ(غور و فکر) کے دعوتِ اِسلام پر لبّیک کہا۔[26]

(24) إرشاد الساري، كتاب مناقب الأنصار، باب ذِكْرُ الْجِنِّ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى..6/188، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة: السابعة، 1323 هـ)

(25) إرشاد الساري، كتاب مناقب الأنصار، باب ذِكْرُ الْجِنِّ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى..6/188، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة: السابعة، 1323 هـ)

(26) تفسير ابن كثير، سورت ھود تحت آیت 28..28/317، دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية 1420هـ 1999 م)

عقلی دلیل ۴: مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ اِسلام لائے اور حضورﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کا شرف بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے۔[27] (استیعاب)

عقلی دلیل ۵: آپ رضی اللہ عنہ نے دو بار اپنی ساری دولت حضورﷺ کے قدموں پر ڈال دی۔ ہجرت کے وقت اور جنگ کے موقع پر مکّہ معظمہ میں متعدّد (کثیر) غلاموں اور باندیوں کو جو اِسلام لانے کی وجہ سے کُفّار کے ظلم و ستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کر دیا۔ اُن میں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

عقلی دلیل ۶: مدینہ منوّرہ میں مسجد نبوی کے لئے زمین کی قیمت بھی حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔[28] حضورﷺ نے فرمایا ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا کسی اور کے مال نے اتنا نہیں پہنچایا۔[29]

عقلی دلیل ۷: ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ میں جب رَسولُ اللہ ﷺ اور فداکارانِ اِسلام کو یہودیوں کی مکاریوں اور منافقین کی ریشہ دوانیوں (فتنہ انگیزیوں) سے واسطہ پڑا اور قُریش مکّہ اور یہودِ مدینہ کے پے در پے (مسلسل) کوششوں کے نتیجے میں سارا عرب حضورﷺ کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑا ہوا تو اُس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورﷺ کے خاص الخاص مشیر کے فرائض اَنجام دیئے اور ہر موقع پر حضورﷺ کی حفاظت و مُدافعت کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بناتے رہے۔

عقلی دلیل ۸: حضور سرورِ عالمﷺ کے عہدِ (زمانہ) سعادت و برکت میں صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے ایک عاشق صادق کا بے مثال اور ایمان اَفروز کردار ادا کیا۔ مکّہ میں قُریش کے مظالم اور اُن کی اِیذا رَسانیوں کے مقابلے میں وہی سینہ سپَر (محافظ) ہوتے تھے۔ ہجرت کے اِنتہائی نازک موقع پر غارِ ثور سے مدینہ منوّرہ تک پوری جاں نثاری سے حضورﷺ کی رَفاقت (خِدمت) کا حق ادا کیا۔

عقلی دلیل ۹: حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسولﷺ نے حضورﷺ کے عظیم مَنصب "ختمِ نبوّت" کا مُحافظ بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ناسازگار (ناموافق) حالات کے باجود ختمِ نبوّت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو ناموسِ رسالت سے کھیلنے کی اِجازت نہ دی اور قیامت تک آنے والے عُشّاقِ رسولﷺ (عاشقانِ رسولﷺ) کو حفاظتِ ختمِ نبوّت کا سبق سکھایا جن میں کذّاب مُدّعیانِ نبوّت (نبوت کے دعوداروں) کو آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں کچلا گیا۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ اَسود عنسی، طلیحہ، مُسیلمہ کذّاب، سجاح بنتِ حارث تمیمہ (مُسیلمہ کذّاب کی بیوی)۔

عقلی دلیل ۱۰: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ شُجاع حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ ہیں بدر کی لڑائی میں حضورﷺ کی حفاظت کے لئے عریش (ایک محفوظ چھپر) بنایا گیا تھا۔ خدا کی قسم ہم میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اُس عریش کو کُفّار سے محفوظ رکھنے کے لئے سپَر (آڑ) بن جائے۔ اُس

---

(27) (الاستيعاب في معرفة الأصحاب. الباب عبد الله بـ أَبِي قحافة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. .3/963. دار الجيل. بيروت. الطبعة: الأولى. 1412 هـ 1992 م)

(28) (شرح الزرقاني. ذكر بناء المسجد النبوي وعمل المنبر 2/176. الحديث 3661 . دار الكتب العلمية. الطبعة: الأولى 1417هـ1996م)

(29) (سنن الترمذي. أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ. بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ. .5/609. الحديث 3661 . شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر. الطبعة: الثانية. 1395 هـ 1975 م)

نازک اور خطرناک موقع پر صرف صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ ہی تلوار کھینچ کر کھڑے ہوئے جس کسی نے بھی حضور ﷺ پر حملہ کیا اُنہوں نے اُس کی مُدافعت فرمائی۔ [30] (تاریخ الخلفاء)

عقلی دلیل ۱۱: حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ بھی نہایت ہی زریں (عمدہ اور درخشاں) ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت اَنصاری کو قرآن مجید کی تمام سورتوں کو جمع کرنے پر مامور کیا اور اُنہوں نے بکمال و خوبی یہ خدمت اَنجام دی۔ [31]

عقلی دلیل ۱۲: حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے مملکتِ اِسلامی کی بنیادیں اُستُوار (مستحکم/مضبوط) کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی کوششوں سے ایسے مسلمان ہوئے جو بعد میں جلیل القدر صحابی اور اِسلام کے سچے فدائی و شیدائی بنے۔ اِسلام سے محبت، جان و مال کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مقصدِ وَحید (ایک یہ ہی مقصد) تھا۔ اُنہوں نے اِسلامی مملکت کو مستحکم بنیادوں پر اُستُوار کیا حضور ﷺ کے وصال کے بعد فتنوں اور شَورِشوں (بغاوت اور سرکشی) نے ہُجوم کیا۔ فتنہ اِرتداد، قَبائلی عَصبیّت، خاندانی نَجابَت کا اِستِحقاق، باغیوں کی جانب سے سرکشی کے نئے خطرات، مملکت کو قرآن و سنت کے اُصول و ضَوابط پر حَرف بحَرف اور مِن و عَن قائم رکھنا۔ غرضیکہ بہت سے نازک اور مشکل مرحلے سے اِس باحوصلہ رفیقِ رسول ﷺ نے کمال حسنِ مُدبّر (عقل مندی)، خداداد ذہانت، سیاسی فراسَت اور دینی اِستقامت سے طے کئے۔ جہاں تَحمُّل (نرمی) اور سیاسی حکمتِ عملی درکار (ضرورت) تھی وہاں سے اِختیار کیا اور جہاں قوّتِ بازو اور بزورِ شمشیر منافق، مرتَد اور جھوٹے مُدّعی نبوّت کی سَرکوبی (سرزنش/سرکچلنا) ضروری تھی وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی دین کی ناموس کے لئے مسلمانوں کی اِجتماعی طاقت اور شُجاعت سے کام لے کر مشرکوں، منافقوں اور مرتَدوں کا قلع قَمع (خاتمہ) کیا اور قافلہ اِسلام پھر اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

عقلی دلیل ۱۳: مَسند آرائے خلافت ہوتے ہی اُن کے سامنے صُعُوبتوں (تکلیفوں)، مشکلوں اور خطرات کے پہاڑ آن پڑے۔ ایک طرف جھوٹے مُدّعیانِ نبوّت تھے کہ مسلح تصادُم (جھگڑنے) پر آمادہ ہوگئے۔ دوسری طرف مرتَدینِ اِسلام کی ایک جماعت عَلَمِ بغاوت بلند کئے ہوئے تھی۔ منکرینِ زکوٰۃ نے علیحدہ شَورِش برپا (سرکشی) کررکھی تھی لیکن جانشینِ رسول انے اپنی روشن ضمیری، پاکیزہ سیاست، بے مثال تَدبُّر اور غیر معمولی اِستقلال کے باعث نہ صرف اُس کو گُل (ختم) کرنے کی تمام ناپاک کوششوں کو ناکام بنادیا بلکہ پھر اُسی مَشعل سے تمام عرب کو منوّر کردیا۔ اِس لئے حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اسلام کو جس نے حَیاتِ نَو (نئی زندگی) بخشی اور دنیائے اِسلام پر سب سے زیادہ جس کا اِحسان ہے وہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی ہی ذاتِ گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں اُس پاک باز اور مقدّس انسان پر جس نے اپنی ساری عمر رَسولُ اللہ ﷺ کی رَفاقت (خدمت)، اِسلام کی تبلیغ و اِشاعت اور اِسلامی معاشرہ کی تعمیر میں صَرف کردی (گزاردی)۔

(30) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 33/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(31) (صحيح البخاري، كتا كتاب تفسير القرآن، باب قوله: {لقد جاءكم رسول من أنفسكم، 71/6، الحديث 4679، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

عقلی دلیل ۱۴: حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو سفر و حَضر، غزوات و ہجرت حتّٰی کہ وِصال کے بعد بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کی رَفاقت و مصاحَبت حاصل ہے۔

عقلی دلیل ۱۵: قرآن میں آپ رضی اللہ عنہ کو صاحب النّبی کے معزّز لقب سے یاد کیا گیا۔

عقلی دلیل ۱۶: جنگِ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ کو مَیمنہ (32) کا سردار بنایا گیا۔

عقلی دلیل ۱۷: غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

عقلی دلیل ۱۸: غزوہ تبوک میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال حضور ﷺ کے قدموں پر نثار کر دیا۔

عقلی دلیل ۱۹: آپ رضی اللہ عنہ عَشرہ مُبشّرہ کے سَر خَیل (سردار) اور حضور ﷺ کے جَمال و جلال کے مَظہرِ اَتم ہیں۔

عقلی دلیل ۲۰: حضور ﷺ نے مرضِ وصال میں آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ اِمامت کے لئے مقرّر فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے حیاتِ نبوی میں سترہ (17) وقت کی نمازیں پڑھائیں اور تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی اِقتداء (امامت) میں نمازیں پڑھتے رہے۔

عقلی دلیل ۲۱: استیعاب ابن عبدالبر میں ہے اِسلام سے قبل ایسے لوگوں کی تعداد جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے بہت کم تھی اُن میں حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ بھی تھے چنانچہ کاتبانِ وحی (وحی لکھنے والوں) کی فہرست میں آپ رضی اللہ عنہ کا اِسم گرامی بھی شامل ہے۔

عقلی دلیل ۲۲: عُلماءِ اِسلام نے تعبیر رؤیا کو علمِ نبوّت میں شامل سمجھا ہے۔ اُمّت مُسلِمہ میں جس کو بھی اِس میں مہارت حاصل ہوئی وہ محض فیضانِ نبوّت کا چھیالیسواں حصّہ فرمایا گیا ہے۔ اِس علم میں اللہ تعالٰی نے سیّدنا حضرت یوسف علیہ السّلام کو جو کمال بخشا تھا اس کا تفصیلی ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ فنِ تعبیرِ رؤیا کے اِمام حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور علامہ اِبنِ سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات ﷺ کے بعد تعبیر رؤیا کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (33) طبری اور ازالۃ الخفا میں ہے حضور ﷺ اور صدّیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ سے تعبیر لیا کرتے تھے۔ (34)

صدّیقِ اَکبر رضی اللّٰہ عنہ زمانۂ جاھلیت میں:

(ا) حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ شریف حَسب و نَسب رکھتے تھے۔ وہ فطرتاً کریم النفس، نیک طِنیت، بہی خواہ (بھلائی چاہنے والے)، رحمدل اور غمگسار شخص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو لکھنا پڑھنا بھی آتا تھا اور عرب قبائل کے اَنساب کے بھی ماہر تھے اُردو دائرہ معارفِ اِسلامیہ میں لکھا ہے۔

---

(32) فوج کا وہ حصّہ جو لڑائی کے وقت بادشاہ یا سپہ سالار کے دائیں ہاتھ پر ہو۔

(33) (تاریخ الخلفاء. الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه. 37/1. مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(34) (تاريخ الخلفاء. الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه. 87/1. مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(۲)زمانہ جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ اَخلاقِ حَسنہ کا سَر چشمہ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اَخلاق میں اَخلاقِ محمدی ﷺ کا پَرتَو(عکس) نظر آتا تھا چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے حضور ﷺ کے متعلق آپ ﷺ پر وحی نبوّت کے آغاز کے وقت جو اَلفاظ استعمال کئے ہیں تقریباً وہی الفاظ ابْنُ الدَّغِنَہ نے قُریش مکّہ کے سامنے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے استعمال کئے اور کہا وہ فُقراء و مساکین کے دستگیر ہیں، گمشدہ نیکیوں کو بجالاتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں، حق کی راہ میں جو لوگ مصائب جھیلتے ہیں اُن کے مددگار رہتے ہیں۔

حافظ اِبنُ البرنے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی۔[35] نبی اکرم ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہ کے دوستانہ تعلقات آپ ﷺ کی رسالت سے پہلے قائم ہوگئے تھے۔ رشتے میں وہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ اَخلاق و فضائل کی مُماثلت (یکسانیت) نے اِس قدر تعلقات بڑھادیئے تھے کہ صبح و شام دونوں وقت رسولُ اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے مکان پر ضرور تشریف لاتے تھے۔ یہ دستور مکّی زندگی میں عرصے تک بعد اِسلام بھی قائم رہا۔

(۳)حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اِسلام لانے سے پہلے ایک مُتَمَوِّل(مالدار) تاجر کی حیثیت رکھتے تھے، رؤسائے قُریش(قُریش کے رئیسوں) میں شمار ہوتے تھے اور اپنی قوم میں محبوب ترین شخص تھے۔ اَہلِ مکّہ اُن کو علم، تجربہ اور حُسنِ خُلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے۔ اُن کی دیانت، امانت اور راست بازی(حق گوئی) کا خاص شُہرہ تھا۔ اَیّامِ جاہلیت میں خون بَہا(جان کے معاوضہ) کا فیصلہ آپ رضی اللہ عنہ کے سپُرد(حوالے) تھا اور تمام قُریش آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی تصدیق و تائید کرتے تھے۔ اِس معاملہ میں قُریش کسی اور کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے حضور ﷺ کے ساتھ خاص اُنس(محبت) اور خُلوص تھا اور وہ آپ ﷺ کے حلقہ اَحباب میں داخل تھے۔ اکثر تجارت کے سفروں میں بھی اُنہیں ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

(۴)حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ رسولِ مُعظّم ﷺ سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ ہم عمری، پیشے میں اِشتراکِ عمل، طبیعتوں میں یک جہتی، قُریش کے عقائدِ فاسدہ سے نفرت اور بُری عادتوں سے اِجتناب(پرہیز)، اِن تمام باتوں نے دونوں کی دوستی کو پروان چڑھانے میں بہت مدد دی۔

(۵)مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ جاہلیت اور اِسلام دونوں زمانوں میں خاص کردار کے مالک تھے۔ لوگوں کے ساتھ شفقت و رحمت کا برتاؤ کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ کریم نے اُن اَوصاف سے سرفراز فرمایا تھا جو دلوں کو مول لیتے ہیں(مائل کرلیتے ہیں)۔ خاص طور پر تواضُع اور اِنکسار بدرجہ اَتم آپ رضی اللہ عنہ کے مزاج میں پائے جاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جاہلیت اور اِسلام دونوں اَدوار(زمانے) میں باوقار اور وَضَعدار(مہذب) رہے۔ وَضَعداری(خوش وضع سلیقہ) کو چھوڑنا اپنی غیرت و حمّیت کے مُنافی(خلاف) سمجھتے اور شک و شبہ سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔ چنانچہ شراب کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا اِس لئے کہ وہ وقار کو مَجروح(زخمی) کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جاہلیت کے زمانہ میں شراب سے کیوں پرہیز کرتے رہے؟ فرمایا اِس لئے کہ مجھے اپنی عزّت و ناموس زیادہ عزیز تھی اور میں اپنی وَضَعداری(خوش وضع سلیقہ) کو کھونا پسند نہیں کرتا تھا جبکہ شراب نَوشی میں نقصانِ آبرو ہوتا ہے۔[36] پھر یہ کہ جاہلیت اور اِسلام دونوں زمانوں میں ہمیشہ صَداقت آپ رضی اللہ عنہ کا شِعارِ(نشانِ) زندگی رہا۔ اِسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ قُریش کے

(35) (الاستيعاب في معرفة الأصحاب، الباب عبد الله ب أَبِي قحافة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا..3/978، دار الجيل، بيروت، الطبعة: الأولى، 1412 هـ 1992 م)

(36) (إرشاد الساري، كتاب مناقب الأنصار، باب ذِكْرُ الْجِنِّ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى..6/188، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة: السابعة، 1323 هـ)

سب سے زیادہ مقبول ضامن (ذمہ دار اور کفیل) تھے جب بھی کوئی وعدہ کرتے تو ضرور ایفاء (پورا) کرتے۔ سچائی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صَداقَت شِعاری بڑی آزمائشوں سے گزری ہے لیکن ہر آزمائش کی بَھٹّی سے کھری اور چمکدار نکلی۔

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مرضِ وفات میں حضور ﷺ نے مجھ سے اِرشاد فرمایا کہ اپنے باپ ابو بکر کو اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کو بلالو تاکہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک حکم نامہ لکھوا دوں۔

فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ۔ [37]

(مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم)

مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنّا کرنے والا تمنّا کرلے اور کہنے والا کہے کہ میں مُستحق (خلافت ہوں) اور اللہ تعالٰی اور مومنین نہیں چاہتے مگر ابو بکر کو۔

فائدہ: حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قُدّس سرّہ العزیز نے خُلفاءِ راشدین کی اِسلام میں آئینی و دَستوری حیثیت کو اِن لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

"ایام خلافت بقیه ایام نبوّت بوده است۔گویا در ایامِ نبوّت حضرت پیغامبر صلی الله علیه وسلم تصریحاً بزبان مے فرمود و در ایامِ خلافت ساکت نشسته بدست و سر اشاره مے فرماید۔" [38] (ازالة الخفاء جلد ۱، صفحه ۲۵)

خلافتِ راشدہ کا دور دورِ نبوّت کا بقیہ تھا گویا دورِ نبوّت میں حضور ﷺ صراحۃً زبانِ اَقدس سے (احکامِ شرع) بیان فرماتے تھے اور دورِ خلافت میں حضور ﷺ خاموش بیٹھے سر اور ہاتھ کے اِشاروں سے سمجھاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ صدّیق ہیں حضرت اِمام باقر رضی اللّٰہ عنہ کا اِرشاد: عُروہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تلوار کا قبضہ چاندی کا بنوانا جائز ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جائز ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کا قبضہ چاندی کا بنوایا تھا۔ عُروہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ بھی ابو بکر کو صدّیق کہتے ہیں۔

قال: فوثب وثبة واستقبل القبلة ثم قال: نعم الصديق، نعم الصديق، فمن لم يقل الصديق فلا صدق الله له قولا في الدنيا والآخرة. [39] (كشف الغمة، جلد ۲، صفحه ۱۳۸)

اِس پر اِمام باقر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اُچھلے اور کعبہ کی طرف چہرہ کرکے فرمایا ہاں اچھے تھے، ہاں اچھے صدّیق تھے، ہاں اچھے صدّیق تھے۔ جو شخص ابو بکر کو صدّیق نہ کہے خدا اُس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے۔

---

(37) (صحيح مسلم، كتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، 1857/4، الحديث 2387، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(38) (ازالة الخفاء عن خلافة الخفاء لشاه ولي الله محدث الدهلوي، فصل سوم: تفسير آيات خلافت، 100/1، نور محمد، كارخانه تجارت كتب، آرام باغ، كراچي)

(39) (البداية والنهاية، وَمِمَّنْ تُوُفِّيَ فِيهَا مِنَ الْأَعْيَانِ، أَبُو جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ، 311/9، دار الفكر، عام النشر: 1407 هـ 1986 م)

فوائد: اِس روایت سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت اِمام باقر رضی اللہ عنہ کی زبانِ فیضِ ترجُمان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا صدّیق ہونااور صدّیق کا تمام اُمّت سے اَفضل ہونالازم آتاہے کیونکہ قواعدِ مقرّرہ منصوصہ قرآن سے ثابت ہے کہ اَنبیاء کے بعد مرتبہ صدّیقین کا ہے اور صدّیق تمام اُمت سے اَفضل ہوتاہے۔

(۲) سائل کے سوال کا ہاں یا نہیں میں جواب دے دینا کافی تھا مگر حضرت اِمام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے فعل کو دلیل بناکر جواب دیا جس سے واضح ہوا کہ اِمام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسائل کا شرعی فیصلہ کرنے کے لئے حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا قوَل و عمل حُجّت وسند کی حیثیت رکھتاہے۔

(۳) حضرت اِمام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ اُن کے لقب صدّیق کا بھی ذکر فرمایا حالانکہ صرف نام لیناہی کافی تھا۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت اِمام باقر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت وعقیدت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لقب صدّیق کے بغیر اُن کا نام لینا گوارانہ ہوا۔

(۴) جب اِمام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدّیق کہا تو سائل کو تعجّب ہوا۔اُس نے اِمام سے سوال کیا آپ بھی ابو بکر کو صدّیق کہتے ہیں؟اِس پر امام رضی اللہ عنہ کو اِس قدر غصہ آیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور تین مرتبہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے صدّیق ہونے کو بیان فرمایانہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرمادیا کہ جو ابو بکر کو صدّیق نہ کہے دنیاوآخرت میں اللہ تعالیٰ اُس کی تصدیق نہیں کرے گا۔

اَفضلیت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ: اَہلسنت وجماعت کا اِجماع ہے کہ اَنبیائے کرام کے بعد سب سے اَفضل و برتر حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ[40] (صحيح البخاری، سنن ابی داؤد)

یعنی ہم حضور ﷺ کے زمانہ میں کسی کو حضرت ابو بکر کے برابر شمار نہیں کرتے تھے۔ ہم حضور ﷺ کی حَیات (زندگی) میں یہ کہتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد اُمّت میں سب سے اَفضل ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رضی اللہ عنہم

حضور ﷺ کا فیصلہ اور علمِ غیب: چاندنی رات تھی حضور سرورِ عالم ﷺ حریم (حجرہ) عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ فرما تھے۔ایسے میں اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ عفیفہ طیّبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے عرض کی یارسولَ اللہ ﷺ! آسمان کے ستاروں جتنی بھی کسی کی نیکیاں ہیں؟ حضور ﷺ نے جواب دیاہاں عمر کی ہیں، عرض کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی کیا کیفیت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

---

(40) (صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار ، بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ..14/5، الحديث 3697 ، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ [41] (مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

یعنی عُمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

فائدہ: اِس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وزیرِ رَسولُ الله ﷺ: حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمان کے فرشتوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں میرے دو وزیر جبرائیل و میکائیل علیہم السّلام ہیں۔ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ (ترمذی) اور اَہلِ زمین سے میرے دو وزیر ابو بکر و عُمر ہیں۔ [42]

حضرت شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللّٰه عنه کا فیصله: امیر المؤمنین سیّدنا علی مرتضیٰ کَرَمَ اللہُ وَجہَہُ الکریم نے اپنے مکتوب (خط) بنام اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں تحریر فرمایا:

فكان أفضلهم زعمت في الإسلام، وأنصحهم لله ولرسوله الخليفة وخليفة الخليفة، ولعمري إن مكانهما في الإسلام لعظيم، وإن المصاب بهما لجرح في الإسلام شديد، فرحمهما الله وجزاهما أحسن ما عملا! [43]

(شرح نهج البلاغه، علّامه ابن میثم بحرانی، جلد ۳، صفحه ۴۸۸)

یعنی اور اِسلام میں سب سے اَفضل اور اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ اِخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر (جیسا کہ تم نے گمان کیا) خلیفہ صدّیق ہیں اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم بتحقیق اُن دونوں کا مقامِ اِسلام میں بڑا ہے اور بہ تحقیق اُن کی وفات سے اِسلام کو سخت زخم لگا۔ اللہ تعالیٰ اُن دونوں پر رحم نازل فرمائے اور اُن کو اُن کے اچھے کام کا ثواب عطا فرمائے۔

حضرت اِمام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لست بمنكر فضل عمر، ولكن أبا بكر أفضل من عمر [44] (احتجاج طبرسی صفحه ۲۰۴)

یعنی میں عُمر کے فضائل کا منکر نہیں ہوں لیکن ابو بکر عُمر سے اَفضل ہیں۔

حضرت اِمام جعفر صادق رضی اللّٰه عنه کا اِرشاد: حضرت اِمام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر و عُمر رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتے ہیں:

---

(41) (مرقاة المفاتيح، كِتَابُ الْمَنَاقِبِ وَالْفَضَائِلِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، 3917/9، تحت الحديث 6068، دار الفكر، بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

(42) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 616/5، الحديث 3680، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر)

(43) (شرح نهج البلاغة - ابن أبي الحديد، [فصل في ذكر بعض مناقب جعفر بن أبي طالب]، 76/15، دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركاه)

(شیعہ مذہب مع تحفہ حسینیہ، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 247/2، اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ، سن اشاعت 2007)

(44) (الاحتجاج الشيخ الطبرسي، احتجاج أبي جعفر محمد بن علي الثاني عليهما السلام في أنواع شتى من العلوم الدينية، 247/2، دار النعمان للطباعة والنشر حسن الشيخ إبراهيم الكتبي)

هما إماما ن عادلان قاسطان كانا على الحقّ، و ماتا عليه، فعليهما رحمة الله يوم القيامة[45]

(احقاق الحق للتستری، جلد۱ صفحہ۱۶، مطبوعہ مصر)

یعنی یہ دونوں امام ہیں، عادل وانصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے۔ حق پر ہی اُن کا انتقال ہوا اُن دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت اِمام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اِرشاد سے واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اِمام اور خلیفہ بَر حَق تھے، وہ عادل اور مُنصِف (انصاف کرنے والے) تھے، وہ حق پر تھے اور وفات تک حق پر رہے، وہ قیامت کے دن مستحقِ رحمتِ الٰہی ہیں۔ ظاہر ہے خلیفہ بر حق وہی ہو سکتا ہے جو غاصب وخائن (غصب کرنے والا اور خیانت کرنے والا) نہ ہو اور رحمتِ الٰہی کا مستحق بھی وہی ہوتا ہے جو ایمان و تقویٰ میں کامل و مکمل ہو۔ غرضیکہ اِمام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اِس اِرشاد سے اُن تمام مطاعِن (اعتراضات) کا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں قلع قمع (خاتمہ) ہو گیا۔

تفسیر حضرت اِمام عسکری : تفسیر حضرت اِمام عسکری رضی اللہ عنہ میں زیرِ سورۃ بقرہ لکھا ہے کہ حضور سیّدِ عالم نورِ مجسّم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جعلك مني بمنزلة السمع والبصر والرأس من الجسد ... ، ومنزلة الروح من البدن ۔ [46]

(تفسیر الحسن العسکری مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵)(بحار الانوار، جلد۱۹، صفحہ ۸۰)

بالیقین اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سَمع وبَصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔

فائدہ: حضرت اِمام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اِس تفسیری نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ فنافِی الرّسول ﷺ (رسول اللہ ﷺ کی ذات پر خود کو فنا کرنے) کے درجہ پر فائز تھے۔ حضور ﷺ کے ساتھ اُن کو جو محبت وعقیدت تھی وہ یک جان ودو قالِب (جسم) کی حیثیت اِختیار کر گئی تھی۔ اہلِ عشق و محبت ہی حضور ﷺ کے مذکورہ بالا کلماتِ طیّبات کی عظمت کا اِحساس کر سکتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنی "سَمع وبَصر" اور جان ودل قرار دے کر آپ رضی اللہ عنہ کے اَفضل اُمّت ہونے کی ایسی تصریح فرمائی ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ کی خلافت حق ھے: شیعہ کے اکابرین میں مُلّا مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں صحابہ کرام کی تعداد چار لاکھ (400000) بتائی ہے اور علامہ شریف مرتضیٰ نے بہار الانوار کی جلد سوم میں یہ تَصریح کی ہے کہ تمام مسلمانوں نے حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت واِمامت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا اور برضا ورَغبت بلا جبر واکراہ (بغیر زور زبردستی کے) آپ رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

---

(45) (الاحتجاج الشيخ الطبرسي. احتجاج أبي جعفر محمد بن علي الثاني عليهما السلام في أنواع شتى من العلوم الدينية. 70/1. مكتبة آية الله المرعشي النجفي. مكان چاپ: قم سال چاپ: 1409 ق. نوبت چاپ: اول)

(46) (بحار الأنوار. أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ. بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ. 81/19. الحديث 4. مؤسسة الوفاء.)

(تفسير الإمام العسكري. 468/1. مدرسة الإمام المهدي قم المقدسة)

جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظهار رضا و خوشنودی با و وسکون و اطمینان بسوی او نمودند و گفتند که مخالف او بدعت کننده و خارج از اِسلام است[47]

یعنی تمام مسلمانوں نے برضاورغبت خود سکونِ قلبی کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا مخالف بدعتی اور اِسلام سے خارج ہے۔

فائدہ: یہ ہے خلافتِ صدّیقی کے حق و صَواب(درست) ہونے کے متعلق چار لاکھ(400000) مسلمانوں کا فیصلہ جن میں مہاجرین واَنصار اور بنی ہاشم اور اَہلِ بیتِ نبوّت بھی شامل تھے۔

مزاج شناس رسول ﷺ: امیر المؤمنین سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ چونکہ سرورِ عالم ﷺ کے فَضل و کمال کے مظہرِ اَتم تھے اِس لئے آپ رضی اللہ عنہ مزاج شناسِ رسول ﷺ کے مَنصبِ رَفیع پر فائز تھے۔یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے اِرشادات واَسرار و مَعارِف سب سے زیادہ سمجھنے والے صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

جاں نثاری: غزوہ اُحد میں حضور ﷺ کے وصال کی اَفواہ اُڑی تو بڑے بڑے بہادر مسلمانوں کے قدم بھی اُکھڑنے لگے مگر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اُس وقت اُن بارہ صحابہ کرام میں شامل تھے جو حضور ﷺ کے پہلو میں پہاڑی پر موجود تھے۔

اِسی طرح غزوہ ہوازن میں دُشمنانِ اِسلام کے حملہ کی شدّت کی وجہ سے جب لشکرِ اسلام میں اَبتری(بد نظمی) چلی تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔غرض آپ رضی اللہ عنہ زندگی بھر شمعِ رسالت ﷺ کے گرد پروانہ وار موجود رہے۔[48]

غزوہٴ تبوک میں مالی جاں نثاری: غزوہ تبوک کے وقت جب مسلمان مُفلسی و تنگدستی کا شکار تھے۔حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال لاکر حضور ﷺ کے حضور پیش کر دیا۔اِس پر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابو بکر اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا؟آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اُس کا رسول ﷺ۔[49]

فائدہ: حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی اِطاعتِ رسول کا یہ مقام کتنا پیارا اور بلند ہے۔اِس واقعہ کو علامہ اقبال نے یوں کہا:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس　　　صدّیق کے لئے ہیں خدا اور رسول بس

فرموداتِ رسول ﷺ:

(47) (آیات بینات از محسن الملک سید محمد مھدی علی خان، دار الاشاعت، 2003م)

(48) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 33/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(49) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 614/5، الحديث 3675، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر،)

(۱)ایک مرتبہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام سے کہا کہ میں تم پر رسول مامور ہوا ہوں مگر تم نے اِنکار کیا بجز (سوائے) ابو بکر کے جو فوراً ایمان لے آئے۔[50]

(۲) یہ اللہ کو پسند نہیں کہ ابو بکر سے غلطی ہو۔[51]

(۳)فرمایا ہم نے کسی سے کچھ نہیں لیا جس کا مُعاوضہ نہ دیا ہو بجز ابو بکر کے روپیہ کے کہ اُس کا معاوضہ خدا ادا کریگا۔[52]

(۴)ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے جتنا نفع ابو بکر کے سرمایہ سے اُٹھایا ہے کسی کے سرمائے سے نہیں اُٹھایا۔" یہ سن کر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا "میں اور میرا مال آپ ﷺ کے سوا کس کا ہے۔"[53]

(۵)ایک دن حضور ﷺ مسجد میں آئے۔ داہنے اور بائیں ابو بکر و عمر تھے اور آپ دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہم قیامت کے روز اسی طرح اُٹھیں گے۔[54]

(۶)ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر و عمر میرے کان اور میری آنکھیں ہیں۔[55]

(۷)حضور ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا: "رفاقت اور مال میں سب سے بڑا اِحسان ابو بکر کا ہے۔"[56]

مقامِ سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ:

(۱)حضراتِ خُلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اَجمعین میں اَصدق الصّادقین، سیّد المتقین، اِمام العارفین حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ حق و صداقت کی وہ مَشعلِ تاباں ہیں جو حضور عالم، نورِ مجسّم ﷺ کی ذات و صفات کے مَظہرِ اَتم اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے کامل نَمونہ (مثال) تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قلب (دل) تجلیّاتِ جمالِ نبوّت کا ہر آن (ہر لحہ) جلوہ گاہ بنا رہا اور آپ رضی اللہ عنہ کو آفتابِ نبوّت سے بے واسطہ فیض حاصل رہا۔

(۲)ابن سعد اور ابو یعلی نے روایت کیا کہ حضور سیّد عالم ﷺ اپنے اَصحاب کے ہمراہ ایک مکان میں جلوہ فرما تھے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ[57] (مسند ابی یعلی، المعجم الاوسط)

یعنی جسے زمین پر دوزخ سے آزاد کئے ہوئے کو دیکھنا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔

---

(50) (صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب {قل: يا أيها الناس إني رسول الله إليكم..، 59/6، الحديث 4640 ، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

(51) (الروض الأنيق في فضل الصديق، الحديث الرابع والثلاثون، 3/1.)

(52) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 609/5، الحديث 3661 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر .)

(53) (مسند الإمام أحمد، مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، 414/12، الحديث 7446 ، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001 م)

(54) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 612/5، الحديث 3669 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر .)

(55) (الروض الأنيق في فضل الصديق، الحديث الخامس، 1/1.)

(56) (صحيح البخاري ، كتاب الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد، 100/1، الحديث 467 ، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

(57) (مسند أبي يعلى، مُسْنَدُ عَائِشَةَ ، 302/8، الحديث 4899 ، الناشر: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة: الأولى، 1404 1984.)

(۳) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صبح شبِ معراج سے آپ رضی اللہ عنہ لقبِ صدّیق سے ممتاز ہوئے۔کُفّار نے جب واقعہ معراج سنا تو حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہنے لگے اب حضور ﷺ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد صدق، قالوا: أو تصدقه (المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

یعنی حضور ﷺ نے سچ فرمایا اور میں اُس کی تصدیق کرتا ہوں۔[58]

(۴) سعید ابنِ منصور نے اپنی سُنَن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ معراج سے واپسی پر مقامِ ذی طویٰ میں پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ابو بکر رضی اللہ عنہ تصدیق کریں گے کیونکہ وہ صدّیق ہیں۔[59]

(۵) جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أن الله أنزل اسم أبي بكر من السماء الصديق[60]

(شرح الزرقانی، باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام آسمان سے نازل فرمایا۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا "ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے بزبانِ جبرائیل علیہ السلام و بزبانِ سرورِ کائنات ﷺ صدّیق رکھا۔ وہ نماز میں حضور ﷺ کے خلیفہ تھے۔حضور ﷺ نے اُنہیں ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تو ہم اپنی دنیا کے لئے اُن سے راضی ہیں۔[61] (ریاض النضرۃ)

(۷) اُحد پہاڑ پر حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدّیق، حضرت عُمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جلوہ فرما تھے۔پہاڑ لرزنے لگا حضور ﷺ نے پہاڑ پر ٹھوکر ماری اور اُسے مخاطب کر کے فرمایا: اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ[62] (صحیح البخاری)

یعنی اے پہاڑ ٹھہر جا! اِس وقت تجھ پر نبی، صدّیق اور دو شہید عُمر و عثمان ہیں۔

جس ہستی مقدّس کو حضور ﷺ صدّیق قرار دیں اُس کے صدّیق ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے؟ حضور ﷺ کی زبان تو مرضی الٰہی کی ترجمان ہے۔

---

(58) (المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، أبو بكر بن أبي قحافة رضي الله عنهما، 65/3، الحديث 4407، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، 1411 1990)

(59) (سنن سعيد بن منصور تكملة التفسير، تفسير سورة بني إسرائيل، 101/6، دار الألوكة للنشر، الرياض المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1433ھ 2012م)

(60) (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، "ذكر أول من آمن بالله ورسوله"، 445/1، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417ھ 1996م 1984،)

(61) (الرياض النضرة، الباب الأول: في مناقب خليفة رسول الله أبي بكر الصديق، الفصل الثاني: في ذكر اسمه، 81/1، دار الكتب العلمية)

(62) (صحيح البخاري، كتاب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، 11/5، الحديث 3686، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

(٨) نبوّت کے بعد درجہ بھی صدّیق ہی کا ہے ''مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ'' لہٰذا حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا صدّیق ہونے کی بناء پر خلیفہ بِلا فصل ہونا اور اَفضل اُمّت ہونا بالکل واضح ہے۔

(٩) اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خَلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔[63]

(١٠) ابو بکر سے محبت ایمان اور بُغض کفر ہے۔[64] (ابن عساکر)

(١١) میں نے تمام لوگوں کے حُسنِ سُلوک کا بدلہ اُتار دیا ہے لیکن ابو بکر کے حُسنِ سُلوک کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔[65] (ترمذی شریف)

(١٢) نبیوں کے بعد سورج کی آنکھ نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو ابو بکر سے اَفضل ہو۔[66] (طبرانی)

(١٣) ابو بکر مجھ سے ہے اور میں ابو بکر سے ہوں۔[67] (دیلمی)

(١٤) ابو بکر کی موجودگی میں کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اِمامت کرائے۔[68] (ترمذی)

(١٥) نبی جنّتی ہے اور ابو بکر بھی جنّتی ہے۔[69] (ابوداؤد)

(١٦) ابو بکر کے سوا میری تمام اُمّت کا حساب و کتاب ہو گا۔[70] (ابن عساکر)

(١٧) ابو بکر و عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے دو وزیر ہیں۔[71] (ترمذی)

(١٨) ابو بکر میری اُمّت میں سب سے پہلے جنّت میں جائیں گے۔[72] (ابوداؤد)

(١٩) ابو بکر کو جنّت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔[73] (بخاری و مسلم)

---

(63) (فيض القدير ، حرف اللام، 288/8، الحديث 7331، المكتبة التجارية الكبرى مصر، الطبعة: الأولى، 1356

(64) (تاريخ دمشق، حرف العين، عبد الله ويقال عتيق بن عثمان بن قحافة، 30/144، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 هـ 1995 م)

(65) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 609/5، الحديث 3661 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر ،)

(66) (فضائل الصحابة، وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ، 152/1، الحديث 135 ، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة: الأولى، 1403 1983)

(67) (الروض الأنيق في فضل الصديق، الحديث الثالث عشر، 1/1،)

(68) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 614/5، الحديث 3673 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر ،)

(69) (سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في الخلفاء، 212/4، الحديث 4649 ، المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

(70) (تاريخ دمشق، الفصل عبد الله ويقال عتيق بن عثمان بن قحافة، 152/30 ، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 هـ 1995 م)

(71) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 616/5، الحديث 3680 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر ،)

(72) (سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْخُلَفَاءِ، 213/4، الحديث 4652 ، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

(73) (مسند الإمام أحمد، مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، 496/15، الحديث 9800 ، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001 م)

اِن تمام حدیثوں سے آپ رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کا بخوبی اندازہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے وِصال کے بعد کل دو برس ۳ مہینے زندہ رہے لیکن اِس عرصہ میں مُفارقت وجدائی کی وجہ سے مغموم و محزُوں (غمگیں و پریشان) رہے تفصیل آتی ہے۔

صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے یہودی عالم کو بھرے مجمع میں تھپڑ ماردیا: حضرت اِمام اسمٰعیل حقی حنفی رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آج کل یہود کے مَعبد (عبادت گاہ) کی رونق میں بدستور اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ زَرق بَرق (شان و شوکت) اور صاف ستھرا الباس زیب تن کئے یہودی جوق در جوق اپنے مَعبد (عبادت گاہ) کی طرف جا رہے ہیں اگر کوئی ذرا سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اُس کا ساتھی اُسے وقت کا اِحساس دلاتا ہے کہ وقت کسی کا اِنتظار نہیں کرتا وقت کی قدر کرو اور اُس کی پکار پر لبّیک کہتے ہوئے مستقبل کو تابناک (روشن) بنانے میں مصروف ہو جاؤ۔ وہ تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے اپنے عبادت خانہ میں پہنچ رہے ہیں۔ سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ایک یہودی جو اپنی اِنفرادی شان میں بڑے وقار اور عجیب اندازِ رفتار سے ایک جلوس کی شکل میں مَعبد (عبادت گاہ) کی طرف بڑھ رہا ہے آپ آگے بڑھے اور اُسے اپنی شانِ صَداقت سے متاثر کرتے ہوئے دریافت فرمانے لگے۔ جناب کا تعارُف یہودیوں کا عالم اپنا تعارُف کراتا ہے۔

مجھے فنحاص کہتے ہیں تورات کا عالم ہوں اور یہودیوں کا پیشوا آج تبلیغی مشن پر اِدھر آنا ہوا۔ پروگرام کے مطابق اَکناف واَطراف سے تمام یہودی خصوصیت سے شمولیت کر رہے ہیں۔ سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے اِرشاد فرمایا کیا اِس اجلاس میں یہودیوں کے علاوہ مسلمان بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ فنحاص نے بڑے طُمطُراق (غرور) سے کہا کیوں نہیں میری تقریر یہودیوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی بخوشی سماعت فرما سکتے ہیں۔

امیر المؤمنین سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ فنحاص نامی یہودی عالم کے جلسہ گاہ میں پہنچتے ہیں فنحاص کی تقریر ان تمہیدی کلمات سے شروع ہوتی ہے۔

اسرائیلیو! اَدب واحترام سے بیٹھو، کسی قسم کا شور نہ ہونے پائے، میرے کلمات سنیئے، دینی اجلاس کوئی تماشہ نہیں ہوتا اِس لئے اِس پروگرام کے اِختتام تک کوئی سرگوشی بھی کرنہ پائے سنو! تمہارے نبی حضرت موسیٰ بن عمران کی بہت بڑی شان ہے اُن کو خدا نے اپنے ساتھ کلام کرنے کا شرف عطا فرمایا اِسی لئے اُنہیں کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔ اُنہیں بہت سے معجزات ملے، اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب تورات عطا ہوئی جس میں تمہارے لئے دین و دنیا میں کامرانی (کامیابی) حاصل کرنے کے اَحکام موجود ہیں۔ اسرائیلیو! تمہارے لئے آسمان سے کھانے اُتارے، میٹھے پانی کے چشمے جاری کئے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارے نبی کی شان سب سے بلند ہے۔

سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ جملہ سَماعت فرمایا تو کھڑے ہو گئے اور جذبات کے عالم میں پوری قوّت سے اِرشاد فرمایا فنحاص! خاموش ہو جاؤ، خدا سے ڈرو اور اِسلام قبول کر لو۔ بخدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انبیاء ومرسلین کے سردار واِمام اور خاتم النبیین ہیں، تم لوگ خود اُن کی تَوصیف تورات وانجیل میں پڑھتے رہتے ہو۔ پھر اُن کی عظمت کا اِعتراف نہیں کرتے ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی، کلیم اللہ، صاحبِ معجزات تسلیم کرتے ہیں اب جبکہ اِمام الانبیاء ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی رسالت کی گواہی دینا لازمی اور ضروری ہو گیا ہے۔ تمام اَنبیاء اُن کی تشریف آوری کے قصیدے پڑھتے چلے آئے ہیں لہٰذا اگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی جانتے ہو تو اُنہی کے اِرشاد کے

پیش نظر نبی برحق رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لا کر دین و دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتے ہو، خدا سے ڈرو اور جلد اِسلام قبول کر لو، نمازیں پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، خدا کو قرضِ حَسنہ دو اور جنّتی بن جاؤ۔

سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے اِرشادات سن کر تمام یہودیوں پر سکتہ(خاموشی) کا عالم طاری تھا فنحاص بھی حیران و شَشْدَر (حیران و پریشان) تھا۔ آخر تھوڑی دیر بعد بولا ابو بکر! وہ خدا اچھا ہے جو ہم سے قرض مانگتا ہے؟ معلوم ہوا ہم غنی اور خدا محتاج ہے! صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمات سنکر اُٹھے اور اُس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر دیا ساتھ ہی فرمایا اگر تم سے معاہدہ نہ ہوتا تو تجھے قتل کر ڈالتا تو نے خدا کی توہین کی ہے۔

دعویٰ: فنحاص نے عدالتِ محمدیہ میں صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ پر دعویٰ کر دیا۔

حضور ﷺ: اے فنحاص تمہارا کیا دعویٰ ہے؟

فنحاص: حضور آج ابو بکر نے مجھے بلا قصور تھپڑ مارا ہے جبکہ میں اپنی قوم کے سامنے خطاب کر رہا تھا مجھے یہودیوں کے ایک ممتاز مُبلّغ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضور ﷺ: اے ابو بکر تم نے فنحاص کو طمانچہ کیوں مارا؟

صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ: حضور ﷺ! فنحاص نے خدا کو فقیر و محتاج اور اپنے آپ کو غنی بتایا ہے۔

فنحاص: حضور ﷺ! میں نے اللہ تعالیٰ کو فقیر ہر گز نہیں کہا ابو بکر صحیح نہیں کہتے۔

فیصلہ: اللہ تعالیٰ نے سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کو مزیّن فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ (پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۸۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی۔

حضور ﷺ: فنحاص! صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ اَحکم الحاکمین کی عدالت سے بَری ہیں اور تم مُجرم! اِس خدائی فیصلہ پر مُجرم کی گردن جُھک گئی اور سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کا نور اور چمکا۔[74] (تفسیر روح البیان جلد۱۰، صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی رحمدلی اور رفیق قلبی مشہور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی گستاخی سُن کر آپ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم کو تھپڑ مار دیا اِس پر اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کی آیت سے شاباشی دی۔

---

[74] (روح البیان، سورۃ آل عمران تحت آیات 181 الی 187، ج2 ص 134 الی 135، دار الفکر بیروت)

خاندانِ صدّیق رضی اللہ عنہ کی خدمات: رات کو قُریشِ مکّہ نے حضور ﷺ کے دولت خانہ کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کو فرمایا اور خود چپکے سے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ پہلے سے ہی تیار تھے لہٰذا حضور ﷺ تشریف لانے کے کچھ دیر بعد حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثور کی طرف قدم فرما ہوئے۔[75]

غارِ ثور میں قِیام کے دوران حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اَسماء چھپ چھپا کر غار میں کھانا لے جاتیں[76] اور آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ دن بھر کی قُریش کی باتیں رات حضور ﷺ کو جا کر پہنچاتے اور آپ رضی اللہ عنہ کا غلام بکریاں چراتا ہوا شام کو غار کے پاس جاتا اور دودھ دوہ کر وہاں دے آتا۔[77]

گویا اِس طرح حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا مکمل شرف حاصل رہا۔ علاوہ اَزیں ہجرت کا پوشیدہ راز خاندانِ ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اَفشاء نہ ہونے دیا۔ حضرت اَسماء کو تو اِس پاداش (بدلے) میں ابو جہل نے تھپڑ تک مارے۔

شرفِ خصوصی: صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے والد اَبُو قُحافَہ رضی اللہ عنہ بھی اِسلام لائے اور صحابی تھے۔ حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا بیٹا اور پوتا بھی اسلام لائے اور صحابی تھے۔ یہ وہ شرف ہے جو صرف اور صرف حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے۔

صدّیق کا لقب: واقعہ معراج کی ابو جہل کی زبانی سن کر تصدیق کی۔ اگر میرے رسول ﷺ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔[78] حضور ﷺ نے فرمایا تو صدّیق ہے عَتِيقٌ مِنَ النَّارِ یعنی دوزخ سے آزاد۔[79]

معارج النبوّت جلد ۲، صفحہ ۴۳۵ میں ہے حضور ﷺ نے ہجرت کے موقع پر جبرائیل کے آنے پر پوچھا کہ میرے ساتھ کون جائے گا؟ عرض کی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ابو بکر صدّیق۔ اُسی دن سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب پڑھ گیا "صدّیق"۔

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پارہ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت۴۰)

یہ قرآن مجید کی آیت ہے ہجرت کے موقع پر، جب فرمایا واسطے اپنے صحابی نہ گھبراؤ تحقیق ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ زيُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤىٕمٍ ط (پارہ۶، سورۃ المائدہ، آیت۵۴)

---

75) (السيرة النبوية لابن هشام، المتن، 94/2، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1375هـ 1955 م)

76) (ما شاع ولم يثبت في السيرة النبوية، هل كانت أسماء تأتي بالطعام إلى الغار؟، ص78، دَارُ طَيبة)

77) (السيرة النبوية لابن هشام، المتن، 94/2، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1375هـ 1955 م)

78) (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر الإسراء والمعراج، 245/2، الناشر: دار الجيل، سنة النشر: 1411)

79) (مسند أبي يعلى، مُسْنَدُ عَائِشَةَ، 302/8، الحديث 4899، الناشر: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة: الأولى، 1404 1984)

یعنی اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کا پیارا ہے۔ وہ لوگ مسلمانوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں وہ لوگ جہاد کریں گے اور کسی مَلامت کرنے والے کی مَلامت سے نہیں ڈریں گے۔

فائدہ: مُفَسِّرِین کرام اِس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوم سے مراد حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے اَصحاب ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد جب کچھ عرب اِسلام سے بَرگَشتَہ (سرکش) ہوگئے تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے اَصحاب ہی نے مرتَدوں سے جہاد کیا اور پھر اُن کو مسلمان بنایا اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رَسولُ اللہ ﷺ کے وِصال فرمانے کے بعد جب عرب کے کچھ لوگ مرتَد ہوئے اور حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے قِتال (جہاد) فرمایا تو اُس زمانہ میں ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ آیت کریمہ " فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ " حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے اَصحاب ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[80]

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (پارہ۲۶، سورۃالفتح، آیت ۱۶)

اُن پیچھے رہ گئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ اُن سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔

فائدہ: حضرت صدر الاَفاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اُس قوم سے بنی حنیفہ یَمامہ کے رہنے والے جو مُسیلمہ کذّاب کی قوم کے لوگ ہیں وہ مراد ہیں جن سے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے جنگ فرمائی اور ایسا ہی طبرانی میں زہری سے مروی ہے۔[81]

فائدہ: حضرت اِبن اَبی حاتم اور اِبن قتیبہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حُجّت اور واضح دلیل ہے اِس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی نے مرتَدوں سے قِتال (جہاد) کی طرف دعوت دی ہے۔[82]

خلافت بلافصل کا ثبوت: حضرت شیخ ابو الحسن اَشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبّاس بن شُریح کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم کی اِس آیت سے ثابت ہے اِس لئے کہ تمام عُلمائے کرام کا اِس بات پر اِتّفاق ہے کہ اِس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد جن لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے اِنکار کر دیا یعنی اُس کی فرضیّت کے منکر ہوگئے اور جو لوگ مرتَد ہوگئے تھے صرف ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُن سے قِتال (جہاد) کی دعوت دی اور اُن سے جنگ کی۔ لہٰذا یہ آیتِ کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی اِطاعت کو لوگوں پر فرض کرتی ہے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے آیتِ مبارکہ کے آخر میں واضح اَلفاظ کے ساتھ فرمادیا ہے کہ جو کوئی اُس کو نہیں مانے گا وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو گا۔[83]

---

(80) (الدر المنثور، سورت المائدۃ تحت آیت 54، 101/3، الدر المنثور)
(81) (خزائن العرفان، سورت الفتح تحت آیت 16، 942/1، مکتبۃ المدینۃ، طباعت دوم 2013ء)
(82) (تاریخ الخلفاء للسیوطي، أبو بکر الصدیق، ص41، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان، 2017م)
(83) (تاریخ الخلفاء للسیوطي، أبو بکر الصدیق، ص41، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان، 2017م)

آپ رضی اللہ عنہ اَفضل البشر بعد الانبیاء ھیں: عُلماءِ اہلسنت و جماعت کا اِس بات پر اِجماع واِتّفاق ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے اَفضل ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلاَ غَرَبَتْ عَلَى أَحَدٍ افضل، أَوْ أَخْيَرَ، مِنْ أَبِي بَكْرٍ، إِلاَّ أَنْ يَكُونَ نَبِيٌّ. (84)

(مسند عبدبن حمید، مسند ابی الدرداء رضی اللہ عنہ)

یعنی سوائے نبی کے اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے اَفضل ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نبی کے بعد اُن سے اَفضل کوئی پیدا نہیں ہوا اور ایک حدیث میں آقائے دوعالم ﷺ نے یوں اِرشاد فرمایا ہے:

أبو بكر خير الناس إلا أن يكون نبي (85) (کنز العمال، فضل ابو بکر الصدّیق رضی اللہ عنہ،)

یعنی حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں علاوہ اِس کے کہ وہ نبی نہیں ہیں۔

رَسولُ اللّٰہ ﷺ کی تَھْدِید: ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر رونق اَفروز ہوئے اور فرمایا کہ رَسولُ اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ " ألا إن أفضل هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر "یعنی لوگوں میں سب سے اَفضل ہیں۔ اگر کسی شخص نے اُس کے خلاف کہا تو وہ مُفتری اور کذّاب (جھوٹا اور باتیں گھڑنے والا) ہے اُس کو وہ سزا دی جائے گی جو افتراء پرداروں (باتیں گھڑنے والوں) کے لئے شریعت نے سزا مُقرّر کی ہے۔ (86)

قولِ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر، وعمر (87) (فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، جلد۱، صفحہ۱۹، قول ۶۰)

یعنی اِس اُمّت میں رَسولُ اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر حضرت ابو بکر و عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قَول اُن سے تَواتُر کے ساتھ مروی ہے۔ (88) (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۹)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا رَسولُ اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں کون سب سے اَفضل ہیں؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سب سے اَفضل ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر اُن کے بعد؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سب سے اَفضل ہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

---

(84) (المنتخب من مسند عبد بن حميد، مُسْنَدُ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:، 200/1، الحديث 212، دار بلنسية للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية 1423هـ 2002م)

(85) (كنز العمال، الفصل الثاني: في فضائل الخلفاء الأربعة رضوان الله تعالى أجمعين، 543/11، الحديث 32548، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م)

(86) (مسند الفاروق، كتاب الحدود، 523/2، دار الوفاء المنصورة، دار الوفاء المنصورة)

(87) (فضائل الصحابة، سُئِلَ عَنْ قَوْلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَغَيْرِهِ، 78/1، الحديث 41، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة: الأولى، 1403 1983)

(88) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 39/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

:وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ یعنی میں ڈرا کہ اب اُس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے کہا کہ اُس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ سب سے اَفضل ہیں: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ [89]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں یعنی اَز راہِ اِنکساری فرمایا کہ میں ایک معمولی مسلمان ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

فائدہ: بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اِبنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رَسولُ اللہ ﷺ کی ظاہری حَیات (ظاہری زندگی) میں ہم لوگ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے یعنی وہی سب سے اَفضل و بہتر قرار دیئے جاتے تھے۔ پھر حضرت عمر اور اُن کے بعد حضرت عثمان کو، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہم صحابہ کرام کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور اُن کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ [90] (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

فائدہ: حضرت ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس بات پر اُمّتِ مُسلِمہ کا اِجماع اور اِتّفاق ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اُن کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر عَشرہ مُبشّرہ کے باقی حضرات سب سے اَفضل ہے۔ اُن کے بعد باقی اَصحابِ بدر پھر باقی اَصحابِ اُحد اور اُن کے بعد بیعت الرِضوان کے صحابہ پھر دیگر اَصحابِ رسول ﷺ تمام لوگوں سے اَفضل ہیں۔ [91] (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰)

قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [40] ۝

(پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت ۴۰)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے اُن کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے اُنہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اُس پر اپنا سکینہ اُتارا اور اُن فوجوں سے اُس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھی اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تمام مُفسّرین کرام کا اِس بات پر اِتّفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ خدائے عَزّ و جلّ اِرشاد فرماتا ہے:

---

(89) (صحيح البخاري، كتاب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا»، 7/5، الحديث 3671، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

(90) (صحيح البخاري، كتاب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب فضل أبي بكر بعد النبي صلى الله عليه وسلم، 4/5، الحديث 3655، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

(91) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، ج1 ص 39 الى 40، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ 2004م)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ

یعنی اے مسلمانو! اگر تم لوگ میرے رسول کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے اُن کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے اُنہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ غار میں تھے۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

جب رسول ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

تو اللہ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ پر اپنا سکینہ اُتارا یعنی اُن کے دل کو اِطمینان عطا فرمایا اور ایسی فوجوں سے اُس کی مدد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور وہ ملائکہ تھے جنھوں نے کُفّار کے رُخ پھیر دیئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔

وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰىؕ

اور کافروں کی بات کو نیچے کر دی یعنی اُن کی دعوت کُفر و شرک کو پَست کر دیا۔

كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَاؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ میں جو آقائے دو عالم ﷺ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی غم مت کرو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اس موقع پر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو اپنا غم نہیں تھا بلکہ رَسولُ اللہ ﷺ کا غم تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

إِنْ أُقْتَلْ فَأَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَإِنْ قُتِلْتَ هلكت الأمة [92]

یعنی اگر میں قتل کر دیا گیا تو صرف ایک فرد ہلاک ہو گا اور اے اللہ کے رسول! اگر آپ قتل کر دیئے گئے تو پوری اُمّت ہلاک ہو جائے گی۔

عقیدہ اور فتویٰ: یہ آیتِ کریمہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں بالکل واضح ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے پر نَصّ قطعی ہے کہ خدائے عَزّ و جلّ نے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ فرمایا۔ اِسی لئے حضرت حُسین بن فَضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

---

(92) (تفسير البغوي، سورت التوبة تحت آيت 40، 4/49، دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الرابعة، 1417 هـ 1997 م)

مَنْ قَالَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَكُنْ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ كَافِرٌ لِإِنْكَارِهِ نَصَّ الْقُرْآنِ.[93]

یعنی جو شخص کہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی نہیں تھے تو وہ نَصِّ قرآنی کے اِنکار کرنے کے سبب کافر تھے۔

فائدہ: مُفسِّرین " وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى " کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کردیا تو کُفّار کو حیرت ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا شاید بلال کا اُن پر کوئی اِحسان ہوگا جو اُنہوں نے اتنی گراں قیمت دیکر خریدا اور آزاد کیا اِس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمادیا گیا کہ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے اِحسان کا بدلہ نہیں اور نہ اُن پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کوئی اِحسان ہے۔ اِس آیتِ کریمہ میں حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو "اَلْأَتْقَى" یعنی سب سے بڑا پرہیز گار فرمایا گیا ہے اور پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۱۳ میں ہے: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰىكُمْ" یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ مُکرَّم (محترم) اور عزّت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔ تو اِن دونوں آیاتِ کریمہ کے مِلانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ خدائے عَزّوجلّ کے نزدیک سب سے زیادہ مُکرَّم اور عزت والے ہیں۔[94]

صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل از احادیث کریمہ: حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اُن کی عظمت کے اِظہار میں بہت سی حدیثیں وارِد ہیں۔

(۱) ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکارِ اَقدس ﷺ نے فرمایا: وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ[95] (سنن الترمذی)

یعنی کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔

(۲) ترمذی شریف میں ہے کہ آقائے دوعالم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَنْتَ صَاحِبِي عَلَى الحَوْضِ وَصَاحِبِي فِي الغَارِ[96] (سنن الترمذی)

یعنی حوضِ کوثر پر بھی تم میرے ساتھ رہو گے اور غارِ ثور میں تم میرے ساتھ رہے۔

(۳) ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میرے والدِ گرامی حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ رَسولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: أَنْتَ عَتِيقُ اللَّهِ مِنَ النَّارِ[97] (سنن الترمذی)

---

(93) (تفسیر البغوي، سورت التوبة تحت آیت 40، 349/2، دار إحیاء التراث العربي بیروت، الطبعة: الأولى، 1420 ھ)

(94) (روح البیان، سورۃ اللیل تحت آیت 13 الی 21، 450/10، دار الفکر بیروت)

(95) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 609/5، الحدیث 3661، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر)

(96) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 613/5، الحدیث 3670، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر)

(97) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 616/5، الحدیث 3679، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر)

یعنی تجھے اللہ نے جہنّم کی آگ سے آزاد کردیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اُسی روز سے میرے والد محترم کا نام عَتیق پڑ گیا۔

(۴) ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

«أما إنك يا أبا بكر أول من يدخل الجنة من أمتي»[98] (سنن ابی داؤد)

یعنی اے ابو بکر سُن لو کہ میری اُمّت میں سب سے پہلے تم جنّت میں داخل ہوگے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں جب کہ رَسولُ اللہ ﷺ کا سرِ مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یارَسولَ اللہ ﷺ! کیا کسی شخص کی نیکیاں اتنی بھی ہیں جتنی آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں اتنی ہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے پوچھا اور ابو بکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما[99] (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: حبّ أبي بكر وشكره واجب على كل أمتي[100] (تاريخ الخلفاء، صفحہ ۴۹)

یعنی ابو بکر سے محبت کرنا اور اُن کا شکر ادا کرنا میری پوری اُمّت پر واجب ہے۔

(۷) حضرت ابودردار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کے بعد اُنہوں نے عرض کیا یارَسولَ اللہ ﷺ! میرے اور عُمر بن خطّاب کے درمیان کچھ باتیں ہو گئیں پھر میں نے نادِم (شرمندہ) ہو کر اُن سے معذرت طلب کی لیکن اُنہوں نے معذرت قبول کرنے سے اِنکار کردیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے تین بار اِرشاد فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عُمر رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں آگئے۔ اُن کو دیکھتے ہی حضور ﷺ کے چہرہ اَقدس کا رنگ بدل گیا۔ حضور ﷺ کو رنجیدہ دیکھ کر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ دوزانو بیٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اُن سے زیادہ قصوروار ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا:

إن الله بعثني إليكم فقلتم كذبت وقال أبو بكر: صدقت، وواساني بنفسه وماله، فهل أنتم تاركون لي صاحبي؟[101]

(تاريخ الخلفاء صفحہ ۴۶)

---

(98) (سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في الخلفاء، 213/4، الحديث 4652، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا بيروت.)

(99) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، بَابِ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، 1711/3، الحديث 6068، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

(100) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 49/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(101) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 46/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

یعنی جب اللہ نے مجھے تمہاری جانب مَبعُوث فرمایا(بھیجا) تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا مگر ابو بکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری غمخواری و مدد کی۔ تو کیا آج تم لوگ میرے ایسے دوست کو چھوڑ دو گے ؟ اور اس جملہ کو حضور ﷺ نے دو بار فرمایا۔

(۸) حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عقیل بن ابی طالب نے کچھ سخت کلامی کی مگر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی قَرابَت داری کا خیال کرتے ہوئے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں کہا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے پورا ماجرا سُن کر رسولُ اللہ ﷺ مجلس میں کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"ألا تدعون لي صاحبي؟ ما شأنكم وشأنه؟ فوالله ما منكم رجل إلا على باب بيته ظلمة، إلا باب أبي بكر، فإن على بابه النور، فوالله لقد قلتم: كذبت، وقال أبو بكر: صدقت، وأمسكتم الأموال وجاد لي بماله، وخذلتموني وواساني واتبعني"[102]

(تاریخ الخلفاء صفحہ۴۶)

یعنی اے لوگو! سُن لو میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو۔ تمہاری حیثیت کیا ہے ؟ اور اُن کی حیثیت کیا ہے ؟ تمہیں کچھ معلوم ہے ؟ خدا کی قسم تم لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے مگر ابو بکر کے دروازہ پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔ خدائے ذُوالجلال کی قسم تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابو بکر نے میری تصدیق کی، تم لوگوں نے مال خرچ کرنے میں بُخل (کنجوسی) سے کام لیا ابو بکر نے میرے لئے اپنا مال خرچ کیا اور تم لوگوں نے میری مدد نہیں کی مگر ابو بکر نے میری غمخواری کی اور میری اِتّباع (پیروی) کی۔

(۹) مرقاۃ المصابیح میں ہے کہ ایک روز حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ میں حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ ایک دن رات میں جو عمل اور بہترین کام کئے ہیں کاش کہ میری پوری زندگی کا عمل اُن کی ایک رات دن کے برابر ہوتا۔ اُن کی ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ جب وہ رَسولُ اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی رات غارِ ثور پر پہنچے (جو تقریباً ڈھائی کلو میٹر بلند ہے) تو حضور ﷺ سے عرض کیا:

(وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُهُ): بِالرَّفْعِ وَفِي نُسْخَةٍ بِالْجَزْمِ (حَتَّى أَدْخُلَ قَبْلَكَ)، أَيِ الْغَارَ[103]

یعنی قسم خدا کی آپ ﷺ غار میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ﷺ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں تاکہ اگر کوئی موذِی (اذیت پہچانے والا) سانپ وغیرہ ہو تو اُس سے تکلیف مجھ ہی کو پہنچے اور آپ ﷺ محفوظ رہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے اور اُس کو خوب صاف کیا اور جب غار کے اندر اُن کو کچھ سوراخ نظر آئے تو اُن کو اُنہوں نے اپنی لنگی میں سے کپڑا پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں پر اُنہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ اُس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اب آپ اندر تشریف لائیے۔ حضور ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو

---

(102) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 46/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(103) (مرقاة المفاتيح ,كِتَابُ الْمَنَاقِبِ وَالْفَضَائِلِ, بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، 3890/9. تحت الحديث 6034، دار الفكر، بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

گئے ابھی حضور ﷺ آرام ہی فرما رہے تھے کہ اُسی حالت میں حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے حرکت نہیں کی اور اُسی طرح بیٹھے رہے اِس لئے کہ کہیں رسولُ اللہ ﷺ کی آنکھ نہ کھل جائے لیکن سانپ کے زہر کی اِنتہائی تکلیف کے سبب آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس پر گرے۔ حضور کی آنکھ کھل گئی اور آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا ابو بکر کیا ہوا؟ قَالَ: لُدِغتُ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ حضور ﷺ نے اُن کے زخم پر اپنا لُعابِ دہن لگا دیا تو فوراً اُن کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر پھر لوٹ آیا جو آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بنا یعنی اُسی زہر کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔[104] (مرقاۃ المصابیح، جلد۱۷، صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱)

(۱۰) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن کا بہترین عمل یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے وصال کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے یعنی اُس کی فرضیت کے منکر ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو اُونٹ کی رسّی جو لوگوں پر واجب ہو گی اس کے دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں اُن سے جہاد کروں گا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس وقت میں نے اُن سے عرض کیا "يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ" یعنی لوگوں کے ساتھ اُلفت سے پیش آیئے اور نرمی سے کام لیجئے تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اَیّامِ جاہلیت میں تو بڑے سخت اور غضبناک تھے کیا اِسلام میں داخل ہو کر ذلیل و خوار اور پست ہمت ہو گئے إِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيَنْقُصُ وَأَنَا حَيٌّ؟۔ یعنی وحی کا آنا بند ہو گیا ہے اور دینِ اِسلام کامل ہو چکا ہے تو کیا میری زندگی میں وہ کمزور و ناقص ہو جائے گا؟ مطلب یہ ہے کہ میں دینِ اِسلام کو اپنی زندگی میں کمزور و ناقص ہرگز نہیں ہونے دوں گا اور جو لوگ زکوٰۃ دینے سے اِنکار کر رہے ہیں میں اُن سے جہاد ضرور کروں گا۔[105]

عهد طِفلی کا عجیب واقعه: زمانہ جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بُت پرستی نہیں کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اُس کے خلاف رہے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف چند برس کی ہوئی تو اُسی زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے بُت شکنی فرمائی جیسا کہ اعلیٰ حضرت اِمام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالہ مبارکہ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ صفحہ ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت اَبُو قُحافَہ رضی اللہ عنہ (کہ وہ بھی بعد میں صحابی ہوئے) زمانہ جاہلیت میں اُنہیں بُت خانہ لے گئے اور بُتوں کو دکھا کر اُن سے کہا "هٰذِهٖ اٰلهتک الشم العلٰی فاسجدلها" یعنی یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں اُنہیں سجدہ کرو وہ تو یہ کہہ کر باہر چلے۔ سیّدنا صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ بُت کے سامنے تشریف لائے اور برائے اِظہارِ عجزِ صَنَم و جَہلِ صَنَم پرست اِرشاد فرمایا "إِنِي جائع فأطعمني" یعنی میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ وہ کچھ نہ بولا فرمایا "انی عارٍ فاکسنی" یعنی میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا، صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں "فان کنت الٰهًا فامنع نفسک" یعنی اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ اب بھی نِرا بُت (بت ہی) بنا رہا آخر آپ رضی اللہ عنہ نے بقوّتِ صدّیقی اُس کو پتھر مارا تو وہ بُت منہ کے بل گر

---

(104) (مرقاۃ المفاتیح، كِتَابُ الْمَنَاقِبِ وَالْفَضَائِلِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.، 3890/9، تحت الحديث 6034، دار الفكر، بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)
(105) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، بَاب مَنَاقِب أبي بكر، 1700/3، الحديث 6034، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

پڑا۔اُسی وقت آپ رضی اللہ عنہ کے والدماجد واپس آرہے تھے۔ یہ ماجرادیکھ کر فرمایا کہ اے میرے بچے تم نے یہ کیا کیا؟فرمایا کہ وہی کیاجو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد اُنہیں اُن کی والدہ ماجدہ حضرت اُمّ الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس(کہ وہ بھی صحابیہ ہوئیں)لے کر آئے اور سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔ اُنہوں نے فرمایااِس بچے سے کچھ نہ کہو کہ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سنا کہ ہاتِف(غیب کی آواز دینے والا فرشتہ) کہہ رہا ہے" یا أمة الله على التحقيق أبشري بالولد العتيق اسمه في السماء الصديق لمحمد صاحب رفيق "یعنی اے اللہ کی سچی باندی! تجھے خوش خبری ہو اُس آزاد بچے کی جس کا نام آسمانوں میں صدّیق ہے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یار ورفیق ہے۔ [106]

رواه القاضي ابو الحسين احمد بن محمد الزبيدي بسنده في معالی الفرش الی عوالی العرش۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری بحواله الفرش الی عوالی العرش)

سیرتِ صدّیقی: زمانہ جاہلیّت میں حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اپنی برادری میں سب سے زیادہ مالدار تھے، مروّت(سخاوت)واحسان کا مُجسّمہ تھے، قوم میں بہت معزّز سمجھے جاتے تھے، گم شُدہ کی تلاش آپ رضی اللہ عنہ کا شیوہ رہا اور مہمانوں کی آپ رضی اللہ عنہ خوب میزبانی فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار رؤسائے قُریش(قُریش کے سرداروں) میں ہوتا تھا۔ وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے بےاِنتہا محبت کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ قُریش کے اُن گیارہ لوگوں میں ہیں جن کو ایامِ جاہلیت اور زمانہ اِسلام دونوں میں عزّت و بزرگی حاصل رہی کہ آپ رضی اللہ عنہ عہدِ جاہلیت(زمانۂ جاہلیت) میں "خوں بہا" اور جرمانے کے مقدّمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے جو اُس زمانہ کا بہت بڑا اِعزاز سمجھا جاتا تھا۔ [107]

آپ رضی اللہ عنہ کا حُلیہ: ایک شخص نے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہم سے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا سَراپا(سرسے لیکر پاؤں تک)اور حُلیہ بیان فرمائیں تو حضرت صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا، بدن اِکہرا(دبلا) تھا، دونوں رُخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، پیٹ اتنا بڑا تھا آپ رضی اللہ عنہ کی لنگی اکثر نیچے کھسک جایا کرتی تھی، پیشانی پر ہمیشہ پسینہ رہتا تھا، چہرہ پر زیادہ گوشت نہیں تھا، ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، پیشانی بلند تھی، اُنگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں یعنی گھائیاں کھلی رہتی تھیں، حِنا اور کَتَم(ایک قسم کی گھاس)کا خِضاب(مہندی)لگاتے تھے۔ [108]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیّبہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بال سیاہ سفید ملے ہوئے کھچڑی [109] نہیں تھے۔ آپ اُن کھچڑی بالوں پر حِنا یعنی مہندی اور کَتَم کا خِضاب لگایا کرتے تھے۔ [110] (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲)

---

(106) (ارشاد الساري،كتاب مناقب الأنصار، باب ذِكْرُ الْجِنِّ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى،.188/6، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر ،الطبعة: السابعة، 1323 ھ)

(107) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 29/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ2004م)

(108) (تاريخ دمشق، الفصل عبد الله ويقال عتيق بن عثمان بن قحافة، 28/30، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 ھ 1995 م)

(109) سیاہ بالوں میں جہاں تہاں سفیدی آجانا۔

(110) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 30/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ2004م)

حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جو بیان کیا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کَتم کا خِضاب لگاتے تھے۔اِس سے آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق سیاہ خِضاب کا گُمان کرنا یااِس سے نیل اور حِنا ملے ہوئے کہ مُطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلطی ہے۔تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ مبارکہ حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب اور اُن کے فیض سے فقیر کا رسالہ "کالا خضاب" مُلاحظہ ہو۔

توصیف صدّیق بزبانِ عُمر رضی اللّٰہ عنھما: بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قَول نقل کیا ہے کہ پوری زمین کے مسلمانوں کا ایمان اور حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا ایمان اگر وزن کیا جائے تو حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہو گا۔[111] (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۰)

آپ رضی اللّٰہ عنہ کی شُجاعت: حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ میں سب سے زیادہ شُجاع اور بہادر بھی تھے۔علامہ بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مُسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ سب سے زیادہ کون ہے؟اُن لوگوں نے کہا کہ سب سے زیادہ بہادر آپ ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے جوڑ سے لڑتا ہوں پھر کیسے میں سب سے بہادر ہوا۔تم لوگ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟لوگوں نے عرض کیا حضرت ہم نہیں معلوم ہے آپ ہی بتائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شُجاع اور بہادر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ ہیں۔سنو! جنگ بدر میں ہم لوگوں نے حضور ﷺ کے لئے عریش یعنی جھونپڑا بنایا تھا تاکہ گرد وغُبار اور سورج کی دھوپ سے حضور ﷺ محفوظ ہیں تو ہم لوگوں نے کہا کہ رَسولُ اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن پر کوئی حملہ کردے:

فواللہ ما دنا منا أحد إلا أبو بکر[112] (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳)

یعنی خدا کی قسم اِس کام کے لئے سِوائے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے کوئی آگے نہیں بڑھا۔آپ رضی اللہ عنہ شمشیرِ برہنہ (ننگی تلوار) ہاتھ میں لے کر حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے پھر کسی دُشمن کو آپ ﷺ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی اور اگر کسی نے جرأت بھی کی تو آپ رضی اللہ عنہ اُس پر ٹوٹ پڑے۔اِس لئے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شُجاع اور بہادر تھے۔

توصیفِ ابوبکر بزبانِ علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ کافروں نے رَسولُ اللہ ﷺ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو قسم خدا کی اُس موقع پر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی حضور ﷺ کے قریب نہیں گیا۔آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کافروں کو مارا اور اُنہیں دھکّے دے دے کر ہٹایا اور فرمایا تم پر افسوس ہے کہ تم لوگ ایسی ذات کو تکلیف پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے

---

(111) (تاریخ الخلفاء، الخلیفة الأول: ابو بکر الصدیق رضي الله عنه، 1/49، مکتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ2004م)

(112) (تاریخ الخلفاء، الخلیفة الأول: ابو بکر الصدیق رضي الله عنه، 1/33، مکتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ2004م)

تھے مگر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کو عَلَی الاِعلان ظاہر فرماتے تھے۔اِس لئے آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ [113] (تاریخ الخلفاء صفحہ۲۵)

فائدہ: علامہ ہیثم اپنی مُسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ

لما كان يوم أحد انصرف الناس كلهم عن رسول الله عليه الصلاة والسلام فكنت أول من فاء [114] (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳)

یعنی جنگِ اُحد کے دن سب لوگ رَسولُ اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ کر اِدھر اُدھر ہو گئے تو سب سے پہلے میں نے حضور ﷺ کے پاس پہنچ کر اُن کی حفاظت کی۔

اِن شَواہد سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سارے صَحابہ میں سب سے زیادہ شُجاع اور بہادر بھی تھے۔رضی اللہ عنہ وارضاعنا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت:

(۱) حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور سخاوت کرنے کے بارے میں بھی سارے صحابہ پر فَوقیت (افضیلت) رکھتے تھے۔حدیث شریف کی دو مشہور کتابیں ترمذی اور ابوداؤد میں ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے ایک روز ہم لوگوں کو اللہ کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا اور حُسنِ اِتّفاق سے اس موقع پر میرے پاس کافی مال تھا۔میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر حضرت ابو بکر سے آگے بڑھ جانا کسی دن میرے لئے ممکن ہو گا تو وہ آج کا دن ہو گا۔میں کافی مال خرچ کر کے آج اُن سے سَبقت لے جاؤں گا۔حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو میں آدھا مال لے کر خدمت میں حاضر ہوا تو رَسولُ اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا'' ما أبقيت لأهلك؟؟ ''یعنی اپنے گھر والوں کے لئے تم نے کتنا چھوڑا؟ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آدھا مال اُن کے لئے چھوڑ دیا ہے۔پھر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ جو کچھ اُن کے پاس تھا سب لے آئے۔رَسولُ اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا'' فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما أبقيت لأهلك؟» ''یعنی ابو بکر! اپنے اَہل وعَیال (بیوی بچوں) کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟'' قال: أبقيت لهم الله ورسوله ''یعنی حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اُن کے لئے میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔مطلب یہ کہ میرے اور میرے اَہل وعَیال کے لئے اللہ ورسول ﷺ کافی ہیں۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:'' لا أسابقك إلى شيء أبدا ''یعنی میں نے اپنے دل میں کہا کہ کسی چیز میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر میں کبھی سَبقَت نہیں لے جا سکوں گا۔ [115] (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ)

(۲) حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس روز میرے والد بُزرگوار حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اِسلام سے مشرّف ہوئے اُس روز آپ رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار (40000) دینار موجود تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار (40000) درہم تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے یہ

---

(113) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 33/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(114) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 33/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(115) (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الرخصة في ذلك، 129/2، الحديث 1678، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

سارا مال رَسولُ اللہ ﷺ کے حکم پر خرچ کر دیا اور حضرت اِبنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو اپن کے پاس چالیس ہزار (40000) درہم تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ طیّبہ ہجرت کر کے آئے تو اُس مال میں سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف پانچ ہزار (5000) باقی رہ گئے تھے۔ مکّہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ۳۵ ہزار درہم مسلمان غلاموں کے آزاد کرانے اور اِسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالا تھا۔ (116)

(۳) حضرت صَدرُ الاَفاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راہِ خدا میں چالیس ہزار (40000) دینار خرچ کئے۔ دس ہزار (10000) رات میں، دس ہزار (10000) دن میں، دس ہزار (10000) چُھپا کر اور دس ہزار (10000) عَلانیہ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (117)

(پارہ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۴)

یعنی جو لوگ اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چُھپا کر اور عَلانیہ۔ تو اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اُن کا اجر ہے اور نہ اُن کو کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ لوگ غمگیں ہوں گے۔

(۴) ترمذی شریف میں ہے رَسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے بھی میرے ساتھ اِحسان کیا تھا میں نے ہر ایک کا اِحسان اُتار دیا علاوہ ابو بکر کے اِحسان کے۔ اُنہوں نے میرے ساتھ ایسا اِحسان کیا ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن اُن کو خدائے تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔

وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ (118) (سنن الترمذی)

یعنی اور ہر گز کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ کہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

حضور ﷺ سے محبت:

(ا) حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو بہت چاہتے تھے اور اُن سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ شروعِ زمانہ اِسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ حتّی الامکان اپنے اِسلام کو چُھپائے رکھتا تھا اور سرکارِ اَقدس ﷺ بھی چُھپانے کی تلقین فرماتے تھے تا کہ کافروں سے اَذیّت نہ پہنچے۔ جب مسلمانوں کی تعداد تقریباً 38 ہوئی تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے رَسولُ اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اب اِسلام کی تبلیغ کھلم کھلا اور عَلی الاِعلان کی جائے۔ پہلے تو حضور ﷺ نے اِنکار فرمایا لیکن جب صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے بہت اِصرار کیا تو آپ ﷺ نے قبول فرمالیا اور سب لوگوں کو ساتھ لے کر مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے خُطبہ شروع کیا اور یہ سب سے پہلا خُطبہ ہے جو اِسلام میں پڑھا گیا۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اُسی روز اِسلام لائے خُطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شَرافت مکّہ معظمہ میں مُسلّم (مقبول) تھی اُس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کو اِس قدر مارا کہ پورا چہرہ اور کان وناک سب لہولہان ہو گئے اور خون سے بھر

(116) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 34/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)
(117) (خزائن العرفان، سورت البقرة تحت آیت 174، 96/1، مكتبة المدينة، طباعت دوم 2013ء)
(118) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، 609/5، الحديث 3661، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر.)

گئے اور ہر طرح سے آپ رضی اللہ عنہ کو بہت مارا یہاں تک بے ہوش ہوگئے۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں سے اُٹھا کر لائے اور کسی کو بھی یہ اُمید نہیں تھی کہ مشرکین کی اِس مار کے بعد آپ رضی اللہ عنہ زندہ بچ سکیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کے لوگ مسجدِ کعبہ میں آئے اور اِعلان کیا کہ اگر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اِس حادثہ میں اِنتقال کر گئے تو ہم اُن کے بدلہ میں عُتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے کہ اُس نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے مارنے میں بہت زیادہ حصّہ لیا تھا۔

شام تک آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش رہے اور جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو بہت ملامت کی کہ اُنہی کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اور دن بھر بے ہوش رہنے کے بعد بات کی تو سب سے پہلے اُنہی کا نام لیا۔ کچھ لوگ بددِلی کے سبب اور بعض لوگ اِس خیال سے اُٹھ کر چلے گئے کہ جب بولنے لگے ہیں تو اب آپ رضی اللہ عنہ کی جان بچ جائے گی۔ جاتے ہوئے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت اُمّ الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بعد میں وہ بھی مسلمان ہوئیں) اُن سے کہہ گئے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا اِنتظام کردیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے کے لئے بہت کہا مگر عاشقِ صادق حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ محمد ﷺ کا کیا حال ہے اور اُن پر کیا گزری؟ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ اُن کا کیا حال ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی بہن اُمّ جمیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس جا کر دریافت کرو کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ وہ اپنے صاحبزادہ کی اِس بیتابانہ درخواست کو پوری کرنے کے لئے دوڑتی ہوئی اُمّ جمیل کے پاس گئیں اور حضور ﷺ کا حال دریافت کیا وہ بھی اُس وقت تک اپنے اِسلام کو چُھپائے ہوئے تھیں اُنہوں نے ٹال دیا۔ کوئی واضح جواب نہیں دیا اور کہا کہ اگر تم کہو تو میں چل کر تمہارے بیٹے حضرت ابو بکر کو دیکھوں کہ اُن کا کیا حال ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہاں چلو۔ حضرت اُمّ جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کے گھر گئیں اور حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں بے تحاشا رونے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ حضرت اُمّ جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُن سے نہ ڈرو تو اُمّ جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضور ﷺ بخیر و عافیت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اِس وقت کہاں ہیں؟ اُنہوں نے کہا حضرت ﷺ اَرقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں اُس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ حضور ﷺ کی زیارت نہیں کرلوں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تو بہت زیادہ بے قرار تھیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کچھ کھا پی لیں مگر آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ جب تک حضور ﷺ کی زیارت نہیں کرلوں گا کچھ نہیں کھاؤں گا تو آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے لوگوں کی آمد و رفت کے بند ہو جانے کا اِنتظار کیا تاکہ ایسا نہ ہو کوئی آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پھر اَذیّت پہنچادے۔ جب رات کا بہت سا حصّہ گزر گیا اور لوگوں کی آمد و رفت بند ہوگئی تو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو اُن کی والدہ محترمہ لے کر حضور اَقدس ﷺ کی خدمت میں حضرت اَرقم رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور حضور ﷺ بھی اپنے عاشقِ صادق سے لپٹ کر روئے اور حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر سب رونے لگے۔ (119)

(تاریخ الخلفاء وغیرہ)

(119) (البداية والنهاية، فَضْلٌ فِي ذِكْرِ أَوَّلِ مَنْ أَسْلَمَ، ثم ذكر متقدمي الإسلام من الصحابة وغيرهم، 30/3، دار الفكر، عام النشر: 1407 هـ 1986 م)

فائدہ: اِس واقعہ سے ہے کہ آقائے دوعالم نورِ مجسم ﷺ سے حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو غایَت (انتہائی) درجہ محبت تھی۔ کسی نے کیاخوب کہاہے:

محمد ﷺ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان ومال اولاد سے پیارا

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

(۲) حضرت صَدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے جیشِ اُسامہ کی تَنْفِیذ کی (لشکر کو روانہ کیا) جس کو حضور ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ طیبہ کے قریب ذی خشب ہی میں تھا کہ حضور ﷺ نے اِس عالم سے پردہ فرمایا۔ یہ خبر سن کر اَطراف مدینہ کے عرب اِسلام سے پھر گئے اور مرتَد ہو گئے۔ صحابہ کرام نے مجتَمع (اکٹھے) ہو کر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اُس لشکر کو واپس بلالیں اُس وقت اُس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مَصلِحت نہیں۔ مدینہ کے گرد تو عرب کے طوائف کثیرہ (بہت سے گروہ) مرتَد ہو گئے اور لشکرِ شام کو بھیج دیا جائے؟ اِسلام کے لئے یہ نازک ترین وقت تھا حضور ﷺ کی وفات سے کُفّار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور اُن کی مردہ ہمّتوں میں جان پڑ گئی تھی۔ منافقین سمجھتے تھے کہ اب کھیل کھیلنے کا وقت آ گیا۔ ضَعیف الایمان (کمزور ایمان والے) دین سے پھر گئے۔ مسلمان ایک ایسے صدمہ میں شِکستہ دل اور بے تاب وتَواں (بے قرار) ہو رہے ہیں جس کی مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ اُن کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اَشک (آنسو) جاری ہیں، کھاناپینا بُرا معلوم ہوتا ہے، زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے۔ اُس وقت حضور ﷺ کے جانشین کو نظم قائم کرنا، دین کا سنبھالنا، مسلمانوں کی حفاظت کرنا، اِرتِداد (اسلام سے انحراف) کے سیلاب کو روکنا کس قدر دُشوار تھا۔ باوجود اس کے رَسولُ اللہ ﷺ کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارک کے خلاف جُراَت کرنا صدّیق سراپا صدق کا رابطہ نیاز مندی گوارا نہ کرتا تھا اور اُس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے۔ اِس پر صحابہ کا اِصرار کہ لشکر واپس بلا لیا جائے اور خود حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لوٹ کر آنا اور حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا کہ قبائِل عَرب آمادہ جنگ اور درپئے تخریبِ اِسلام (اسلام کو تباہ کرنے میں لگے ہوئے) ہیں اور کار آزما (تجربہ کار) بہادر میرے لشکر میں ہیں۔ اُنہیں اِس وقت رُوم بھیجنا اور ملک کو ایسے دِلاوَر مردانِ جنگ (جاں باز سپاہی) سے خالی دینا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ یہ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کے لئے اور مشکلات تھیں۔

صحابہ کرام نے اِعتراف کیا ہے کہ اُس وقت اگر حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہر گز مستقل نہ رہتا اور مصائب واَفکار یہ ہجوم اپنی جماعت کی پریشان حالت مَبہوت (ہکا بکا/پریشان) کر ڈالتی۔ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کے پائے ثَبات (مستقل مزاجی) کو ذرّہ بھر لغزِش نہ ہوئی اور اُن کے اِستقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر پرندے میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور ﷺ کی مرضی مبارک میں اپنی رائے کو دَخل دینا اور حضور ﷺ کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا گوارا نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو روانہ فرمادیا۔ اِس سے حضرت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز شُجاعت ولیاقت اور کمال دلیری وجَواں مردی کے علاوہ اُن کے تَوکُّلِ صادق کا بھی پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد خلافت وجانشینی کی اَعلیٰ قابلیت واَہلیت حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔

اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتَد ہونے کے لئے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد اِسلام کا شیرازہ (اجتماع) ضرور درہم برہم ہو جائے گا اور اُس کی سَطوَت (رعب ودبدبہ) وشوکت باقی نہ رہے گی۔ اُنہوں نے دیکھا لشکرِ اِسلام رُومیوں کی سَرکوبی (سر کچلنے) کے لئے روانہ ہو گیا۔ اُسی وقت اُن

کے خیالی منصوبے غلط ہوگئے اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک میں اِسلام کے لئے ایسا زبردست نظم فرمادیا ہے جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہوسکتا اور وہ ایسے غم واندوہ (مصائب) کے وقت میں بھی اِسلام کی تبلیغ واِشاعَت اور اُس کے سامنے اَقوامِ عالم کو سَرنِگوں (شرمسار) کرنے کے لئے ایک مشہور وزبردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ اِسلام مِٹ جائے گا اور اُس میں قوّت باقی نہ رہے گی بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے۔ فَضلِ اِلٰہی سے یہ لشکر ظَفر پَیکر (کامیاب ہونے والا) فتحیاب ہُوا رومیوں کو ہزیمَت (پسپائی) وشکست ہوئی۔ جب یہ فاتح لشکر واپس آیا اُس وقت وہ تمام قبائل جو مرتَد ہونے کا اِرادہ کرچکے تھے اُس ناپاک قَصد (ارادے) سے باز آئے اور اِسلام پر سچّائی کے ساتھ قائم ہوگئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صاحب الرّائے صحابہ جو اِس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدّت سے اِختلاف فرمارہے تھے اپنی فکر کی خطا اور حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک کے صائب (درستگی) اور ان کے علم کی وُسعَت (فراخی) کے مُعترِف (قائل) ہوئے۔ [120]

فائدہ: بیہقی و ابن عساکر میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی مَعبود نہیں اگر حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرّر نہ ہوئے ہوتے تو روئے زمین پر خدائے تعالٰی کی عبادت باقی نہ رہ جاتی۔ اِسی طرح قسم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اے ابوہریرہ! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو امیرِ لشکر مقرّر کرکے شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور وہ ابھی ذی خشب مقام پر تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہوگیا۔ اِس خبر کو سن کر اَطرافِ مدینہ کے عرب مرتَد ہوگئے۔ [121] صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور اِس بات پر زور دیا کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلالیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والذي لا إله إلا هو لو جرت الكلاب بأرجل أزواج رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ما رددت جيشا وجهه رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ولا حللت لواء عقده رسول الله (صلى الله عليه وسلم) [122] (تاریخ الخلفاء صفحه ۶۰)

یعنی قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی مَعبود نہیں۔ اگر رَسولُ اللہ ﷺ کی پاک بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اُس لشکر کو واپس نہیں بلاسکتا جس کو اللہ تعالٰی کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا تھا اور نہ میں اُس پرچم کو سرِنگوں (نیچے) کروں گا جس کو میرے حضور ﷺ نے لہرایا تھا۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا وہ روانہ ہوئے تو مرتَد قبیلے دَہشت زَدہ ہوگئے یہاں تک کہ وہ سلطنتِ روم کی حد میں پہنچ گئے۔ طَرفَین (دونوں اطراف) میں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کا لشکر فتحیاب ہوکر واپس ہوا تو اِس طرح اِسلام کا بول بالا ہوگیا۔

محبوبِ دوعالم ﷺ سے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو جو بے اِنتہا اور غایَت درجہ محبت تھی اُسی محبت کا یہ اثر ہے کہ ایسے نازک وقت میں صحابہ کرام کے زور ڈالنے کے باوجود حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلانا اور پیارے مصطفی ﷺ کے لہرائے ہوئے جھنڈے کو سَرنِگوں کرنا آپ

---

(120) (سوانح کربلا:: حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج1 ص 43 الی 45، مکتبۃ المدینۃ، سن اشاعت 2008)

(121) (تاريخ دمشق، "باب ذكر بعث النبي (صلى الله عليه وسلم) أسامة قبل الموت، 60/2، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 هـ 1995م)

(122) (تاريخ الخلفاء، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، 60/1، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

رضی اللہ عنہ نے گوارا نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کے حوصلے پَست ہوگئے اور اِسلام کا پھر سے بول بالا ہوگیا۔ اِسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ سے حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کی محبت نے اِسلام کو زندہ جاوید (دائمی/ہمیشہ کے لیے زندہ) بنادیا۔

مانعین زکوٰۃ: رحمتِ عالم ﷺ کے وصال فرمانے پر بعض لوگ تو اِسلام کے سارے اَحکام کے منکر ہو کر مرتَد ہوگئے تھے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے یعنی اُس کی فرضیّت کے منکر ہوگئے اور زکوٰۃ کی فرضیّت چونکہ نَصّ قطعی سے ثابت ہے تو اُس کے منکر ہو کر وہ بھی مرتَد ہوگئے۔ اِسی لئے شارِحینِ حدیث وفُقہائے کرام مانِعین زکوٰۃ (منکرین زکوٰۃ) کا بھی مرتَدین میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے جہاد کا اِرادہ فرمایا تو حضرت عمر اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُن سے کہا کہ اِس وقت منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنا مناسب نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدائے ذوالجلال کی قسم اگر وہ لوگ ایک رسّی یا بکری کا ایک بچہ بھی حضور ﷺ کے زمانے میں دیا کرتے تھے اور اب اُس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں اُن سے جنگ کروں گا۔ [123] (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۱)

پھر آپ رضی اللہ عنہ مہاجرین واَنصار کو ساتھ لیکر اَعراب (خطّۂ عرب کے باشندے) کی طرف نکل پڑے اور جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ اَمیرِ لشکر بنا کر واپس آگئے۔ اُنہوں نے اَعراب کو جگہ جگہ گھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ہر جگہ فتح عطا فرمائی۔ اب صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کے صحیح ہونے کا اِعتراف کیا اور کہا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ حق ہے۔ [124]

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر اُس وقت مانعینِ زکوٰۃ کی سَرکوبی نہ کی جاتی اور اُنہیں چھوٹ دے دی جاتی تو پھر کچھ لوگ نماز کے بھی منکر ہو جاتے اور بعض لوگ روزہ سے بھی اِنکار کردیتے اور کچھ لوگ بعض دوسری ضروری چیزوں کا اِنکار کردیتے تو اِسلام اپنی شان وشوکت کے ساتھ باقی نہ رہتا بلکہ کھیل بن جاتا اور اُس کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

مانعینِ زکوٰۃ اور اُن سے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے جہاد کے نتیجہ میں حضرت صدرالافاضل رحمۃ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے کہ ہر حالت میں حق کی حِمایت اور ناحق کی مخالَفت ضروری ہے اور جو قوم ناحق کی مخالَفت میں سستی کرے گی وہ جلد تباہ ہو جائے گی۔ آج کل بعض سادہ لوح (نادان) باطل فرقوں کے ردّ کرنے کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِس وقت آپس کی جنگ موقوف کرو۔ اُنہیں حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کے طریقِ عمل سے سبق لینا چاہیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی سَرشِکنی (سرکوبی) میں تَوَقُّف (قیام) نہ فرمایا۔ جو فِرقے اِسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے تھے اُن سے غَفلت برتنا یقیناً اِسلام کی نقصان رَسانی ہے۔ [125] (سوانح کربلا)

---

(123) (تاريخ الخلفاء. الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه. ج 1 ص 60 الى 61. مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(124) (تاريخ الخلفاء. الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه. 61/1. مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(125) (سوانح کربلا.: حضرت ابو بکر الصدیق رضي الله عنه. 46/1. مكتبة المدينة. سن اشاعت 2008)

اِس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف کلمہ اور نماز مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اِسلام کی ساری باتوں کا ماننا ضروری ہے۔لٰہذا اگر کوئی شخص اِسلام کے سارے اَحکام پر ایمان رکھتا ہو لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات کا اِنکار کرتا ہو تو وہ کافر ومرتَد ہے جیسے کہ مانعین ایک بات کا اِنکار کر کے کافر ومرتَد ہوئے۔**نعوذ باالله من ذلک**۔اور مُسَیلِمہ کے ساتھی ومانعین زکٰوۃ کے کافر ومرتَد ہونے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ''عرب میں کافر ومرتَد نہ ہوں گے'' یہ کہنا غلط ہے۔

کراماتِ صدّیقِ اَکبر رضی اللّٰہ عنہ: حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے کئی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں جن میں چند کرامتوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ ایک بار میرے باپ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ اَصحابِ صُفّہ[126] میں سے تین آدمیوں کو اپنے گھر لائے اور اُن کو کھانا کھلانے کا حکم فرما کر خود رَسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں چلے گئے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی کے یہاں کھالیا اور بہت زیادہ رات گزرنے کے بعد اپنے مکان پر تشریف لائے۔اُن کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے پاس آنے سے آپ رضی اللہ عنہ کو کس چیز نے روک رکھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے ابھی تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔اُنہوں نے عرض کیا کہ میں نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے بغیر کھانا کھانے سے اِنکار کر دیا۔یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض ہوئے اور اُن کو بہت بُرا بھلا کہا کہ اُس نے مجھ کو مُطّلع (آگاہ) کیوں نہیں کیا پھر کھانا منگا کر مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ **وایم الله، ما کنا نأخذ من لقمة إلا ربا من أسفلها أكثر منها**[127] (صحیح البخاری)

یعنی خدا کی قسم ہم جو بھی لقمہ اُٹھاتے اُس کے نیچے کھانا اُس سے زیادہ ہو جاتا یہاں تک کہ ہم سب شکم سیر ہو گئے اور جتنا کھانا پہلے تھا اُس سے بھی زیادہ بچا رہا حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے مُتَعَجِّب (حیران) ہو کر اپنی بیوی سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زیادہ نظر آتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔پھر وہ کھانا اُٹھا کر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں لے گئے صبح تک وہ کھانا بارگاہِ رسالت میں رہا۔مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی مُدّت ختم ہو گئی تھی تو اُس روز صبح کے ایک لشکر تیار کیا گیا جس میں کافی آدمی تھے پورے فوج نے اُس کھانے کو شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اُس برتن میں کھانا کم نہیں ہوا۔

فائدہ: مہمانوں کے کھانے کے بعد پہلے سے بھی کھانے کا تین گنا زیادہ ہو جانا اور صبح کے وقت پوری فوج کا اُس کھانے کو شکم سیر ہو کر کھانا پھر بھی برتن میں کھانے کا کم نہ ہونا یہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

(۲) حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرضِ موت میں مجھے وصیّت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ مال تھا آج وہ مال وارثوں کا ہو چکا ہے۔میری اولاد میں تمہارے دو بھائی عبدالرحمن و محمد ہیں اور تمہاری دو بہنیں ہیں لٰہذا میرے مال کو تم لوگ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصّہ لے لینا۔حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ

---

(126) صفہ کے معنی ہیں چبوترا (تھڑا) مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترا بنادیا گیا تھا جہاں مہمان اترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقراء صحابہ وہاں مستقل طور پر رہتے تھے۔

(127) (صحيح البخاري، كِتَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلاَةِ، بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّيْفِ وَالأَهْلِ، 124/1، الحديث 602، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

عنہانے عرض کیا کہ ابّاجان میری تو ایک ہی بہن بی بی اَسماء ہیں یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اِرشاد فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنتِ خارجہ جو حاملہ ہے اُس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری دوسری بہن ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے وصالِ زمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی (اُم کلثوم) ہی پیدا ہوئیں۔[128] (مؤطا اِمام محمد باب الخلی صفحہ۳۴۸)

فائدہ: اِس حدیث شریف سے حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں پہلی کرامت یہ کہ وفات سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو اِس بات کا علم ہوگیا تھا کہ میں اِسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا اِسی لئے آپ رضی اللہ عنہ نے وصیّت کے وقت فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور دوسری کرامت یہ ثابت ہوتی ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں لڑکی ہے آپ رضی اللہ عنہ یقین کے ساتھ جانتے تھے اِسی لئے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا کہ حبیبہ بنتِ خارجہ جو حاملہ ہے اُس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری بہن ہے اور اِن دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے جو بیشک حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔مزید کرامات کی تفصیل فقیر کی تصنیف "کراماتِ صحابہ" میں پڑھئے۔

وفات: روایات میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے وِصال کے بعد صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ مُفارَقت اور جدائی کی وجہ سے ہر وقت جان بَلب (مرنے کے قریب) رہتے۔

اِمام عبدالوہاب شعرانی "طبقات کبریٰ" میں فرماتے ہیں: غلب علیه الحزن، والخوف حتی كان يشم من فمه رائحة الكبد المشوي ۔یعنی آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی جدائی سے اِس قدر غمگیں ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جگر سُوختہ (غمگیں دل) کی بَو (مہک) آپ رضی اللہ عنہ کے منہ سے سونگھی جاسکتی تھی۔[129] آخر آپ رضی اللہ عنہ اِس جدائی کو زیادہ دیر برداشت نہ کرسکے اور ۲۲ جمادی الاخر ۱۳ھ بعمر ۶۳ سال عالمِ فانی سے رِحلت (وصال) فرماگئے۔[130] (رضی اللہ عنا ارضاہ عنا)

آخری سبق: عشقِ رسول ﷺ اتنا بلند ہے کہ تمام اَعمالِ صالحہ اُس کے آگے ہیچ (ادنیٰ) ہیں۔اِسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی عُمر بھر کی نیکیاں صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی تفصیل گزر چکی ہے۔[131]

صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی آخری وصیّت: روایت میں ہے کہ جب صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا وقتِ وِصال قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو وصیّت فرمائی کہ جب میرا اِنتقال ہو جائے اور میرا جنازہ تیار کرلو تو مجھے اُٹھا کر روضہ نبوی کے دروازہ پر حاضر کردو اور عرض کرو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ" یہ ابو بکر ہیں جو اِجازت چاہتے ہیں پس اگر تمہیں اِجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے تو مجھے روضہ منوّرہ میں داخل کرکے دفن کردو ورنہ جنّت البقیع میں دفن کرو۔[132]

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیّت کے مطابق جب روضہ پاک پر عرض کیا گیا تو قُفل (تالا) گر گیا۔دروازہ کھل اور آواز آئی:

---

(128) (موطأ الإمام مالك، كِتَابُ الْأَقْضِيَةِ، بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ النُّحْلِ، 752/2، الحديث 40 ، دار إحياء التراث العربي، بيروت لبنان، عام النشر: 1406 هـ 1985 م)
(129) (الطبقات الكبرى، ومنهم الإمام عمر بن الخطاب، 16/1، مكتبة محمد المليجي الكتبي وأخيه، مصر، عام النشر: 1315 هـ)
(130) (سوانح کربلا :، حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، 49/1، مكتبة المدينة، سن اشاعت 2008)
(131) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، بَابِ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، 1711/3، الحديث 6068 ، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)
(132) (السيرة الحلبية ، باب يذكر فيه مدة مرضه، 517/3، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الثانية 1427هـ)

أدخلوا الحبيب إلى الحبيب، فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق[133]

یعنی دوست کو دوست کے پاس پہنچاد و تحقیق دوست دوست کا مُشتاق ہے۔

(سیرۃ الحلبیۃ، باب یذکر فیہ مدۃ مرضہ وما وقع فیہ ووفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم التی ھی مصیبۃ الاولین والآخرین من المسلمین، جلد۳، صفحہ ۵۱۷)

(الخصائص الکبری، جلد۲، صفحہ ۴۹۲)

وصیّت سے چند فوائد حاصل ہوئے:

(۱) آپ رضی اللہ عنہ کی وصیّت سے ثابت ہوا کہ روضہ رسول ﷺ کی حاضری ایمانِ مومن ہے حیرانی ہے کہ بعض دین کے دعویدار روضہ رسول ﷺ کی حاضری کو شرک کہتے ہیں لیکن صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ بعدِ وفات بھی روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی تمنّا فرمارہے ہیں۔

(۲) صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ یارَسولَ اللّٰہ السلام علیک کہہ کر اِس عقیدہ کی تَوثیق (تصدیق) فرمارہے ہیں کہ رَسولُ اللہ ﷺ حیات (زندہ) ہیں آپ رضی اللہ عنہ کو یارسولَ اللہ ﷺ کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

(۳) نیز اِس عقیدہ کی تَوثیق (تصدیق) فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ مختارِ کل (وہ جسے مکمل اختیار حاصل ہو) ہیں ورنہ اُن سے اجازت لینے کا کیا معنی۔

(۴) نیز اپنے عقیدہ کی وضاحت فرمائی کہ سرکار ﷺ اُمّتی کے سوال کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

(۵) صدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کو روضہ اَقدس پر لے جانے، قُفل کا دروازہ کھول جانا یہ بتاتا ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ کو زندہ مانتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔

(۶) سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جلدی کرو میں تو اُن کی آمد کا مُشتاق ہوں۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غُفِرَلہٗ

۱۳ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

(133) (السیرۃ الحلبیۃ، باب یذکر فیہ مدۃ مرضہ، 517/3، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ 1427ھ)